

خواجگان نقشبندیہ کی تعلیمات پر لاجواب اسٹباق ،

# رسالہ نقشبندیہ

قدسیہ : حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ ،

انسیمہ : حضرت مولانا محمد یعقوب چرخ علیہ الرحمۃ

رسالہ عزیزیاں خواجہ علی عزیزیاں مستسینی رحمۃ اللہ علیہ

انفاس نفیسہ حضرت خواجہ عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبہ نبویہ ۰ گنج بخش روڈ لاہور



خواجگان نقشبندیہ کی تعلیمات پر لاجواب اسٹباق،

# رسال نقشبندیہ

قدسیہ : حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ  
انسیمہ : حضرت مولانا محمد یعقوب چرخ علیہ الرحمۃ  
رسالہ عزیزاں خواجہ علی عزیزاں راستینی رحمہ اللہ علیہ  
انفاس نفیسہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ علیہ  
ترجمہ : پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

..... ناشر .....

مکتبہ نبویہ : گنج بخش روڈ، لاہور۔

قمر 190



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## صحیفہ: اویس نقشبند

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی تالیف لطیف ہے اس رسالہ میں مولف علامہ نے اپنے پیر و مرشد شہناہ نقشبند حضرت خواجہ بہاد الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر اقوال اور آپ کی مجالس میں سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات کی تشریحات کو بڑے اختصار سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ یہ رسالہ اپنے موضوع اور مطالب کی جامعیت کی بنا پر اکابر نقشبند کے لیے مثل راہ بنا رہا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کو بجد پسند کیا اور اس سے استفادہ کیا۔ پھر اسے راہنمائے سلوک و طریقت قرار دیا۔ اپنے مکتوبات گرامی میں رسالہ قدسیہ کی عبارتوں کو جا بجا نقل کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر اور طریقہ مجددیہ کے ممتاز اولیاء نے خصوصیت سے اس جامع رسالہ کے مطالب کو حوزہ جاں بنایا ہے۔ رسالہ قدسیہ کے متعدد خطی نسخے ممالک اسلامیہ کے قدیم کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ مگر ہمارے سامنے محبوب المطالع دہلی شمسۃ کا طبع شدہ رسالہ رہا جو اپنے اغلاط اور طابع و ناشر کی بے پرواہی کی وجہ سے ذوق سلیم پر گراں بار بنا۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ راولپنڈی نے پروفیسر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے مقدمہ، حواشی اور تعلیقات کے ساتھ ۱۹۷۵ء میں رسالہ قدسیہ کا متن مناسب صحت و سند کے ساتھ



شائع کیا۔ چنانچہ ترجمہ کرتے وقت اس کے متن سے جو آسانی ہمیں میسر آئی وہ فاضل مرتب کی قابلیت کی مرہون منت ہے۔

پروفیسر محمد اقبال صاحب ملک کی تحقیق کے مطابق اس رسالہ کا قدیم ترین محفوظ متن نویں صدی ہجری میں تحریر کردہ ہے۔ اس رسالے کے قلمی نسخے ایسا صوفیہ (استنبول) قاہرہ (مصر) اور لندن اور تہران کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ایسا صوفیہ کا قلمی نسخہ ۵۵۵ھ میں کتابت کیا گیا۔ تہران میں آستانہ قدس رضوی کا نسخہ ۹۰۲ھ میں ضبط تحریر میں لایا گیا اور کابل افغانستان کے سرکاری کتب خانہ میں محفوظ نسخہ محرم ۹۱۳ھ کا بخط محمد بن احمد تحریر شدہ موجود ہے۔

ان قدیم نسخوں کے علاوہ اسی رسالے کا ایک ایک خطی نسخہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ اسلام آباد یونیورسٹی لائبریری اسلام آباد۔ سید حسام الدین راشدی کے ذاتی کتب خانہ، قاضی صدر الدین ہری پور کے نجی کتب خانہ میں موجود ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے نقشبندی سلسلے کے بعض رسائل ترتیب دے کر حیدر آباد سے شائع کرائے تھے۔ ان میں بھی رسالہ قدسیہ شائع ہوا تھا۔

ترجمہ کرتے وقت جن رسالوں نے ہمیں خصوصی امداد دی وہ مولانا گلاب الدین صاحب لاہوری۔ اور حافظ محمد اشرف صاحب مجددی مالک مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ کے ذاتی رسائل کے نسخے تھے۔ ان دو مجددی بزرگوں نے رسالہ قدسیہ اور دیگر رسائل نقشبندیہ کے ترجمہ اور اشاعت میں جتنا تعاون اور اصرار کیا وہ میری زندگی بھر صرفیت پر دلوں کے بٹانے کے لیے کافی تھا۔ ساتھ ہی ان احباب نے جب اپنے نادر و نایاب نسخے مجھے عنایت فرمائے تو میں ان کے چہروں کے تاثرات محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

سہ پارہ دل زما جدا شدہ است



قصر عارفان (بخارا) کی روحانی ضیاءوں نے دنیائے اسلام کو منور کیا۔ انہیں ضیاءوں سے عالم اسلام کے آسمان علم و معرفت پر آفتاب و ماہتاب چمکے۔ شہنشاہ نقشبند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی، پھر سلسلہ نقشبندیہ کے انفاس قدسیہ کی تربیت میں شب و روز کام کیا۔ جو حضرات یہاں سے تربیت پا کر نکلے ان کے فیوض و برکات صدیوں تک عالم اسلام کو فیضیاب کرتے رہے۔ قصر عارفان کے تربیت یافتہ حضرات بخارا سے اٹھے۔ تو ایران افغانستان۔ ترکی۔ شام اور دیگر بلاد و ممالک سے بڑھ کر برصغیر پاک و ہند پر چلا گئے۔ ان کی کوششوں سے نقشبندیہ سلسلہ کی بارگاہیں قائم ہوئیں جنہوں نے اسلام اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے قلوب و اذان کو مالا مال کر دیا۔

\*

بخارا صدیوں سے اسلامی علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین نے اسلام کے جلیل القدر فرزندان کو پرورش کیا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری (محدث اعظم)، شیخ بیدار۔ امام محمد شبیری۔ امام محمد ابوداؤد۔ محمد بن فضل۔ سید علی ہمدانی۔ قدس سرہ رحمہ کے علاوہ ہزاروں احباب علم و معرفت اسی عروس البلاد سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہاں سے اسلامی علوم و فنون کے چشمے پھوٹے۔ جو چار دانگ عالم کو سیراب کرتے گئے۔ تاتاریوں کے سیلاب نے اسی شہر کو تہہ و بالا کیا بقول صاحب تاریخ بخارا۔ ”آمدند۔ کندند۔ سوختند۔ کشتند۔ بردند و رقتند“ تاتاریوں کا طوفان بے پناہ آیا۔ اس نے بخارا کو اکھاڑا۔ جلایا۔ قتل عام کیا۔ لوٹا اور چلتے بنے۔ تاتاری طوفان مدہم ہوئے ابھی نصف صدی گزرنے نہ پائی تھی کہ امیر تیمور حبیب فاتح اسی سرزمین سے اٹھا اور یورپ۔ اور ایشیا کی سلطنتوں کو تہہ و بالا کرتا ہوا دنیا پر چھا گیا۔

اسی امیر تیمور کے عہد میں ہمارے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ نے بخارا سے



تین میل دُور قہر عارفان کی بنیاد رکھی۔ اور خاک و خون میں تڑپتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر روحانیت کی مرہم رکھنے کا کام کیا۔ آپ محرم ۱۱۸۰ھ میں عزیزاں علی رامینی (م ۸۴۲) کے عہد حکومت میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے اور سلسلہ طریقت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسلک ہے۔ آپ کی پیدائش سے کئی سال قبل آپ کے دادا پیر خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ آپ کے مولد کے نزدیک سے گزرتے۔ تو فرماتے: "بونے معرفت رب العزت ازاں نواحی در شام جان می رسد"۔

۱۔ رشامات۔ علی بن الحسین الواعظ الکاشفی۔

۲۔ ملک محمد اقبال پروفیسر گورنمنٹ کالج راولپنڈی کی تحقیق کے مطابق آپ کا سلسلہ طریقت سولہ واسطوں سے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملتا ہے:۔ خواجہ بہاد الدین نقشبند (۳ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ قہر عارفان)، خواجہ امیر کلال (۸ جمادی الاول ۱۱۸۲ھ سوغار بخارا) خواجہ محمد بابا سماسی (۱۰ جمادی الثانی ۱۱۸۵ھ سماس بخارا) خواجہ عزیزاں علی رامینی (۲۸ ذیقعدہ ۱۱۸۲ھ خوارزم) خواجہ محمود ابوالخیر فنوی (۱۴ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ موابکینی بخارا) خواجہ محمد عارف ریوگری دیکم شوال ۱۱۸۶ھ ریوگری بخارا) خواجہ عبدالحق غجدوانی۔ (۱۲ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ غجدوان) ابویوسف ہمدانی (۲۸ رجب ۱۱۸۵ھ مرو) حضرت ابوعلی فارمدی (۴ ربیع الاول ۱۱۸۴ھ طوس) حضرت ابوالحسن (۱۰ محرم ۱۱۸۵ھ خرقان) حضرت بایزید بسطامی (۱۴ شعبان ۱۱۸۶ھ بسطام) حضرت امام جعفر صادق (۱۵ رجب ۱۱۸۷ھ مدینہ منورہ) حضرت قاسم بن محمد (۲۴ جمادی الاول ۱۱۸۶ھ میاں مکہ و مدینہ) حضرت سلمان فارسی (۱۰ رجب ۱۱۸۳ھ مدائن) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق (۲۲ جمادی الآخر ۱۱۸۳ھ مدینہ منورہ) حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۲ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ مدینہ منورہ) تفصیل کیلئے مقدمہ رسالہ قدسیہ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔

۳۔ قہر عارفان از مولوی احمد علی صفحہ ۱۲۸۔



آپ سربار قہر ہندواں سے گذرتے تو فرماتے "اس سرزمین سے کسی مرد حق کی خوشبو آرہی ہے" ایک دن آپ کے پیرومرشد حضرت سید امیر کلال قہر ہندواں جاتے ہوئے قہر عارفاں کے قریب سے گذرے تو فرمانے لگے: آج وہ خوشبو تیز آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد حق پیدا ہو گئے ہیں۔" وہیں قیام پذیر ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ خواجہ بہاوالدین کو پیدا ہوئے تین دن ہو گئے ہیں۔

آپ کے والد مکرم سید محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بہاوالدین کی پیدائش کے تیسرے روز خواجہ محمد بابا سما سی اپنے احباب کے ساتھ قہر ہندواں میں تشریف فرما ہوئے۔ مجھے آپ سے بے حد عقیدت تھی میرے دل میں آیا کہ نومولود کو آپ کی خدمت میں پیش کروں چنانچہ بہت سے احباب کی موجودگی میں بچے کو لے گیا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: یہ بچہ ہمارا بیٹا ہے اور ہم اسے اپنی فرزندگی میں قبول کرتے ہیں۔ پھر آپ نے تمام احباب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ وہی مرد حق ہے جس کی خوشبو ہمیں ایک مدت سے مشام جان کو لہجاری تھی۔" مقتدائے روزگار ہو گا۔ پھر آپ نے خواجہ امیر سید کلال کو فرمایا: "میرے اس بیٹے کی تربیت اور شفقت میں کوئی کمی نہ چھوڑنا۔ اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے۔" امیر نے وعدہ کیا کہ اگر میں نے اس معاملہ میں کوتاہی کی تو مجھے مرد نہ کہنا۔

حضرت خواجہ بہاوالدین اور ان کے والد مخواںی پر نقشبندی کا کاروبار کرتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کے جد امجد نے آپ کو حضرت بابا سما سی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سماس بھیجا تا کہ آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہو سکے۔ حضرت خواجہ

۱۔ نفحات الانس۔ ۲۔ بد الرحمن جامی۔ صفحہ ۲۸۰۔

۲۔ ایضاً " " " " صفحہ ۲۸۰۔



اپنے رسالہ البیایہ میں بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زیارت سے مجھے اولین اثر یہ ہوا۔ کہ اسی رات میرے اندر نیاز مندی اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ میں اٹھا مسجد میں گیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور سر بسجود ہو کر تضرع و نیاز میں ڈوب گیا۔ دعا کی ساری اللہ! مجھے اپنی محبت کا بوجھ برداشت کرنے کی قوت عطا فرما۔ دوسرے دن صبح کے وقت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: بیٹا! دعا یوں کرنا چاہیے تھا کہ ”اے اللہ! جس کام میں تیری رضا ہے وہ مجھے عنایت فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے قوت برداشت دے۔“ اگر وہ اپنی حکمت سے کوئی ابتلا دے گا تو اس کی برداشت کی قوت بھی دے گا۔ خود کسی مصیبت یا بوجھ کو طلب کرنا درست نہیں۔ ایسی گستاخی نہیں کرنا چاہیے: ”کھانا کھانے کے بعد حضرت خواجہ نے مجھے ایک روٹی عنایت کی۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا ہے۔ ایک ساعت کے بعد اپنی منزل پر پہنچا ہے۔ اس روٹی کی کیا ضرورت۔ سفر پر نکلے میں آپ کی رکاب تھامے ساتھ تھا۔ میرے دل میں جو بھی خدشہ یا خیال آتا۔ تو آپ فرماتے۔ دل کو نگاہ میں رکھنا چاہیے“

ہم جوئے مولیاں کے باغات میں پہنچے۔ ایک مخلص دوست کے گھر قیام ہوا۔ صاحب خانہ نہایت عاجزی، انکساری اور خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ مگر اس میزبان کی بیوی نہایت پریشانی میں کبھی اندر جاتی تھی اور کبھی باہر آتی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی۔ ہمارے گھر صرف دودھ ہے مگر کھانے کو کوئی چیز نہیں۔ آپ نے مجھے آواز دی اور کہا وہ روٹی تو لاؤ۔ میں نے روٹی پیش کی اور دل میں کہا۔ آخر یہ روٹی کام آگئی۔ میرے دل میں اعتقاد کی قوت زیادہ بڑھ گئی۔

★

حضرت امیر کلال قدس سرہ نے حضرت خواجہ نقشبند کی تربیت میں خصوصی

ملہ نفعات الانس۔ مولانا عبد الرحمن، جامی، صفحہ ۱۳۸۱۔



توجہ فرمائی۔ عزیزاں خواجہ علی رامینی کی کلاہ مبارک آپ کو عنایت فرمائی۔ اور فرمایا  
 ”بابا ہمیں حضرت بابا سماسی نے وصیت کی تھی کہ آپ میرے بیٹے بہاوالدین کی تربیت  
 میں کوتاہی نہ کرنا۔ آج میں اس فریضہ کی تکمیل کر رہا ہوں۔“

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز اس روحانی تربیت کے دوران بہت  
 سے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ وقت کے چند بزرگان دین کی صحبت سے  
 مستفیض ہوتے رہے۔ حضرت امیر کلال قدس سرہ کی نگاہ خاص کے علاوہ آپ کچھ حکیم  
 انارحمہ اللہ علیہ کی نوازشات نے خصوصی طور پر آپ کی تربیت میں حصہ لیا۔ حضرت  
 خلیل انا قدس سرہ جو صاحب کشف الصدور تھے آپ پر بے پناہ شفقت فرمایا کرتے۔  
 آپ، اگر کچھ عرض کرنا چاہتے تو حضرت انا فرماتے ”آپچہ در خاطر تست پیش من حیاں  
 است۔ حاجت بیاں نیست۔“ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ مجھ پر واضح ہے بیان  
 کرنے کی ضرورت نہیں۔“ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کی صحبت میں  
 رہتے ہوئے احوال شگرف اور چیزیں عجیب و غریب مشاہدے میں آئیں۔ ایک  
 وقت آیا کہ حضرت انا قدس سرہ چھ سال تک ماورالنہر کی سلطنت کے مالک بنے۔  
 تو حضرت خواجہ آداب سلطنت کی رعایت کے باوجود صحبت خاص کے محرم و  
 جلس رس ہے۔

سلوک کی منزلیں طے کرتے وقت حضرت خواجہ کے ابتدائی حالات میں  
 ایسے حالات ملتے ہیں جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شاہ نقشبند بزرگان سلسلہ  
 کی نگاہ میں بے حد محبوب تھے اور آپ پر عنایات الہیہ کی بارشیں برستی رہیں۔  
 ایسے واقعات کی تفصیل کے لیے مولانا جامی کی نغمات الانس۔ حضرت واحدا الکاشفی  
 کی رشتحات اور پھر حضرت خواجہ نقشبند کا رسالہ البہائیہ کا مطالعہ کرنا نہایت  
 ضروری ہے۔



آپ ایک طرف تو حضرت امیر کلال قدس سرہ کے زیر تربیت تھے دوسری  
 طرف آپ کو خواجہ عبدالخالق مجددانی قدس سرہ کی اولیت حاصل تھے۔ آپ  
 خواب میں براہ راست آپ کی مجالس فیض سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا  
 موقع ملتا۔ بعض اوقات ایسی مجالس میں خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیا کلاں، خواجہ  
 عارف ریوگری، خواجہ محمود ابوالخیر فتنوی، خواجہ علی رامیتی قدس سرہ ارواحہم کی زیارت  
 ہوتی۔

صاحب انیس اللہ بن نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ایک واقعہ  
 لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ حضرت امیر کلال کی خدمت میں جا رہے تھے  
 بخار سے روانہ ہوئے۔ رباط جغزائی میں پہنچے تو ایک سوار سے ملاقات ہوئی جس کے  
 ہاتھ میں گلہ بانوں جیسی بہت بڑی لالٹھی تھی۔ اور سر پر مندرے کی ٹوپی۔ آپ کے پاس  
 آکر ترکی زبان میں کہنے لگا۔ تم نے گھوڑے دیکھنے ہیں، شاہ نقشبند نے توجہ نہ کی اور  
 اپنی راہ پر چلتے رہے۔ مگر وہ سوار آپ کا پیچھا کرتا رہا اور کئی بار آپ کے لیے تشویش کا  
 باعث بنا۔ آپ نے ایک دفعہ اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم  
 کون ہو۔ یہ شخص رباط قراول تک آپ کے پیچھے آتا رہا اور کتار رہا۔ میرے پاس ٹھہرو مگر  
 آپ نے التفات نہ فرمایا۔ آپ حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے تو  
 آپ نے فرمایا۔ بیٹا راستے میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بھی التفات نہیں کیا۔  
 آپ نے عرض کی۔ میں تو آپ کی ذات کی طرف متوجہ تھا۔ حضرت خضر کی ذات مجھے  
 متاثر نہیں کر سکی۔

آپ نے اس راہ میں بے پناہ ریاضت اور مجاہدے کیے۔ قصر عارفان میں  
 بسا اوقات پرانے بوریے پر شکستہ کوزے کے ساتھ اور فاقہ کشی میں یاد خدا وندی  
 میں گزارے۔ قوت جلال کی طلب میں بڑی احتیاط فرماتے ریاضت کو خفیہ رکھتے۔



اپنے احوال سے کسی کو واقف نہ ہونے دیتے۔

حضرت سید امیر کلال قدس سرہ نے اپنی ساری زندگی آپ کی تربیت اور روحانی نشوونما میں صرف کر دی۔ ایک دن ایک بہت بڑے مجمع میں جس میں اولیاء کرام اور ممتاز علماء وقت موجود تھے۔ حضرت خواجہ کو طلب فرمایا گیا اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! بہاؤ الدین! میں نے خواجہ بابا سما سی قدس سرہ کے احکام کے مطابق ان تمام فرائض اور حقوق کی بجا آوری کا حق ادا کیا ہے جو میرے ذمہ لگائے گئے تھے۔ پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اپنے پستان کو تمہاری تربیت اور پرورش کے لیے خشک کر لیا ہے تاکہ تمہارا مرغ روحانیت بشریت کے انڈے سے باہر آجائے۔ تمہارا مرغ بہت بہت بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ اب تمہیں فضائے روحانیت میں آزادانہ پرواز کرنے کی اجازت ہے۔ ترک و تاجیک سے جہاں سے بھی تمہیں روحانی غذا ملے اس کے حاصل کرنے میں تقصیر و تساہل نہ کرنا۔

حضرت امیر کلال قدس سرہ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں اپنے اصحاب و احباب کو خواجہ نقشبند کی اتباع اور حصول فیض کی تلقین فرمایا کرتے۔

حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند آپ کے خلیفہ خواجہ عارف دیک کرانی قدس سرہ کی صحبت میں سات سال تک رہے۔ آپ خواجہ عارف کا بے پناہ ادب اور لحاظ فرمایا کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ عارف قدس سرہ دریا کے کنارے وضو فرمانے لگتے۔ تو خواجہ نقشبند رحمہ اللہ عیہ ادباً پانی کے بہاؤ کی طرف بیٹھ کر وضو کرتے۔ راہ جہاز میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرتے۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہ دونوں خلفاء کے متعلق فرمایا کرتے۔ کہ میرے

۱۔ نفحات ہلانس۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی۔ صفحہ ۲۸۲



نظار میں سے ان دونوں کے مقامات کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا رہا  
حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ عارف دیک کی صحبت میں  
رہتے ہوئے بہت سے مجاہدے کیے اور کچھ عرصہ کے بعد شیخ قثم رحمہ اللہ کی خدمت  
میں رہے جہاں روحانی فیوض حاصل کرتے رہے۔

★

آپ ایک عرصہ تک ریاضت اور مجاہدہ میں رہے۔ وہ صرف صوفیاء کرام  
کی صحبت میں رہتے۔ علماء بخارا آپ سے متعارف نہیں تھے مگر آہستہ آہستہ آپ کی  
شہرت علمی دنیا میں پہنچی۔ مولانا خٹام الدین خواجہ یوسف رحمہ اللہ نے علماء کرام کی ایک  
جماعت کو آپ کے محالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس وقت کے چند علماء کرام میں سے  
مولانا قاضی سلطان۔ مولانا سیف الدین خوارزمی۔ شیخ نور الدین عبدالرحمن۔ مولانا محمد ہری  
شیخ شادی۔ شیخ خسرو۔ شیخ امیر حسین۔ مولانا جلال الدین ہمالدی۔ مولانا عبد العزیز آپ  
کے ہم مجلس رہے۔

آپ نے کئی بار سفر ج فرمایا۔ علماء کرام کی مجالس سے مستفیض ہوئے۔ مشائخ کی  
مجالس خاص میں رہے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

آپ کے وجود مسعود سے ہزاروں کرامات کا اظہار ہوا ہے جس کی تفصیل  
نجات الانس اور ریشات میں موجود ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "انبیاء کرام کے لیے اعلان  
معجزات نبوت فرض ہے لیکن اولیاء کرام کے لیے کتمان کرامات ولایت فرض ہے۔"  
بائیں ہم بعض اوقات آپ سے ایسے غرق عادات واقعات ظہور پذیر ہوئے  
جنہیں ہم کرامت کی اصطلاح سے ہی یاد کر سکتے ہیں۔ ایک بار لوگوں نے آپ سے

۱۔ ریشات۔ صفحہ ۴۹۔

۲۔ انیس، الطالبین، خطی۔ صفحہ ۵۳ - ۱۱۹۔



کرامت کے اظہار کا مطالبہ کیا۔ آپ فرمانے لگے: اس سے بڑھ کر اور جہاں کرامت  
کیا ہو سکتی ہے کہ باوجود چندیں بار گناہ برائے زمین می تو انیم رفت: داتے  
گناہوں کے بوجھ کے باوجود ہمیں زمین برداشت کر رہی ہے۔ حضرت مجدد الف  
ثانی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں (دفتر دوم مکتوب ۹۲) میں ایک واقعہ  
لکھا ہے کہ امیر تیمور گورگانی بخارا کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ  
نقشبند کے خادم خانقاہ نقشبندیہ کی گدڑیوں کو جھاڑ رہے تھے۔ ان کے گرد و بخار  
سے ساری گلی اٹی پڑی تھی۔ امیر تیمور ازراہ عقیدت اسی گرد و بخار میں کھڑے ہو گئے  
اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک یہ گرد بیٹھ نہیں گئی۔ پھر کہنے لگے۔ اہل اللہ  
کے کوچے کی گرد و بخار عنبر و صندل کی خوشبو سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

خاکسارانِ جہاں را تجارت منگر

توچہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد!

— \*

آپ کے لقب نقشبند کی وجہ تسمیہ کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں  
کہ آپ کے والد مکرم کھاب بانی کرتے تھے اور اس پر نقش لگا کرتے۔ یوں آپ کا نام  
نقشبند مشہور ہو گیا۔ آپ ایک بار مولنا زین الدین ابو بکر قدس سرہ کی ملاقات کو تشریف  
لے گئے۔ مولنا نے فرمایا۔ حضرت ہمارے لیے بھی ایک نقش بتائیں۔ حضرت خواجہ نے  
فرمایا۔ ہم تو نقش لینے کے لیے آئے ہیں۔ اس دن سے آپ کو نقشبند کہا جانے لگا۔  
شیخ عبد اللہ بنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب میں  
لکھا ہے کہ جناب غوث الاعظم کی توجہ خاص سے دو خواجہ نقشبند کی پیدائش سے

۱۔ الاعتقاد فی سلاسل اولیاء اللہ۔ ولی اللہ محدث دہلوی۔ صفحہ ۱۳۔

۲۔ سیفۃ الاولیاء۔ شہزادہ داراشکوہ۔



ایکند۔ و ستاون سال پہلے دی گئی تھی، اسم ذات کا نقش آپ کے دل پر ثبت کر دیا گیا تھا۔ اس لیے آپ نقشبندیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے جس سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی تھی وہ دوسرے سلاسل تصوف سے کئی معمولات میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے الفاظ میں یہ سلسلہ اقرب۔ اسبق۔ اوفق۔ اوثق۔ اسلم۔ احکم۔ اصدق۔ اول۔ اجل۔ ارفع۔ اتمل ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواح الہالیہ و اسرار موالیہ۔ آپ نے مزید لکھا کہ یہ طریقہ التزام سنت۔ اور اجتناب بدعت میں دوسرے سلاسل سے ممتاز ہے۔

نقی دھود طریق جذبہ دسلوک۔ اتباع سنت۔ لازمہ فیض۔ ذکر خفیہ۔ مراقبہ۔ مشاہدہ محاسبہ۔ حصول رضا الہی۔ توکل و کسب۔ تصحیح نیت۔ توحید۔ صحبت باخلق و تعلق با خداوند تعالیٰ۔ جیسے اصول طریقہ نقشبندیہ میں نہایت اہم ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ۔ پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے موصس اور بانی حضرت خواجہ خواجگان بہاوالدین نقشبند رحمہ اللہ کی یارگاہ میں ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

ابو الوقت دو عالم قطب ارشاد	بہاوارین کہ دین شہ ازوئے آباد
زمستی در جنبہ افکند آشوب	بہ جذبہ بایزیدیش آسمان روب
پے تسکین مشتاقان دیدار	جمال مصطفیٰ را آئینہ دار
دراں آئینہ می یابم محقق	سواؤ من رانی قد رانی الحق
فنائی اللہ خواجہ بس بلند ست	مکن تاویل خواجہ نقشبند است

۱۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۔

۲۔ کلیات باقی باللہ۔ صفحہ ۲۲۳۔



خلیفہ بود حق را در زمانہ نمودش برزخے دال در میاف  
 شہشاہ نقشبند حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند اتوار سوم ربیع الاول ۷۹۱ھ کو  
 واصل بحق ہوئے۔ لفظ قہر عرفان ۷۹۱ھ تاریخ وصال برآمد ہوئی ہے۔ حضرت  
 خواجہ نقشبند کی اولاد و خلفائے طریقہ نقشبندیہ کو عالم اسلام میں رواج دینے میں بڑا  
 اہم کردار ادا کیا۔ اس طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات نہ صرف عام مخلوق کو ہی مستفیض نہیں  
 فرمایا بلکہ بعض حکمران بھی زیر اثر رہے۔ خاندان تیموری تو خصوصی طور پر اس طریقہ عالیہ سے  
 متاثر رہا۔ آپ کے خلفاء میں سے خواجہ علاؤ الدین عطار۔ خواجہ محمد یار سادس اشدر و جہا  
 کے علاوہ میر سید شریف جرجانی۔ خواجہ علاؤ الدین مجدوانی۔ مولانا یعقوب چرخ۔  
 مولانا شیخ حنا ندی۔ خواجہ شاہ مسافر خوارزمی۔ مولانا سیف الدین ساری وغیرہم بڑے  
 شہرت یافتہ ہوئے ہیں۔ ان خلفاء گرامی نے قہر عرفان سے تربیت پاکر دنیا کے اسلام  
 میں اپنے کمالات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اسلام کی حقیقی روح اور سنت رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت کے اصولوں کو اسلامی معاشرہ میں فروغ دیا۔ مخلوق خدا  
 کی دنیاوی مشکلات کو حل کرنے میں بے پناہ کامیاب کوششیں کیں۔ خاصان خدا کی  
 روحانی تربیت کے لیے خانقاہیں قائم کیں۔ اور ان کے فیوض و برکات سے صدیوں  
 تک خلق خدا کو فائدہ پہنچایا۔

حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند کی تالیفات اہل سلسلہ کے لیے مشعل راہ طریقت  
 رہیں۔ مگر یہ تالیفات کتابی یا تحریری شکل میں علمی دنیا کے سامنے نہیں آئیں ان آپ کی  
 تالیفات لطیف وہ نابغہ روزگار شخصیتیں ہیں جو آپ کی مجالس سے علم و فضل کی  
 روشنیوں کے خزانے لے کر نکلے اور دنیا سے علم و دانش کو روشن کرتے گئے۔ جن  
 مردان حق کی تالیف قلوب و اذان قہر عرفان میں بھی کتابیں تھیں۔ اور ان کی  
 تہذیب نے دنیا سے علم و عرفان کو مالا مال کر دیا۔



## حضرت خواجہ محمد یار صادق سرمد مرتبہ قادسیہ

زیر نگاہ رسالہ قدسیہ کے مرتب خواجہ محمد بن محمد بن محمود الی فطی المعروف بہ خواجہ محمد یار صادق سرمد العزیز سلسلہ ۲۹ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاوالدین شاہ نقشبند قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر قصر عارفان میں روحانی تربیت حاصل کی اور سلسلہ نقشبندیہ کے صفت اول کے اکابر میں شمار ہوئے۔ آپ نے اس سلسلہ عالیہ کی ترویج و فروغ کے لیے بے پناہ کام کیا خواجہ نقشبند نے آپ کو خصوصی تربیت اور کامل توجہ سے نوازا۔ آپ اپنے زمانے کے اولیاء اور علماء میں نہایت اہم مقام پر فائز تھے۔ اور ہزاروں اولیاء اللہ اور علماء وقت آپ کی مجالس سے علم و فضل کی دولت لے کر نکلے۔ قصر عارفان کے تربیت یافتہ فرزندوں میں حضرت خواجہ یار سارحمہ اللہ علیہ نے طریقہ نقشبندیہ پر بڑی جامع تصانیف کی اشاعت کی جو آج تک سلسلہ نقشبندیہ کے اصول و احوال پر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی تفسیر پر آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کی۔ پھر قرآن پاک کی آٹھ سورتوں کی تفسیر سورہ ہائے بہشت گانہ کے نام سے لکھی۔ تفسیر سورہ من جز الملک والبناتایت کی تفسیر سورہ حسین لکھی۔

حضرت خواجہ محمد یار ساکی شرح فصوص الحکم۔ رباعیات خواجہ یار سا۔ حصہ اول۔ انیس الطالین۔ کلمات خواجہ یار سا۔ رسالہ کشیفہ۔ رسالہ محبوبہ۔ عقائد فرق اسلامی۔ آداب السالکین۔ رمزالاقتاب۔ فہرست۔ شرح فصیدہ ابن فارض۔ انفاس قدسیہ۔ تحقیقات خواجہ یار سا۔ جامع الکلم بمسک عارفین۔ رسالہ فی طریق ذکر الخفی۔ دنیائے تصوف میں مسلم اور مستند کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔

ان رسائل نقشبندیہ کے مجموعہ میں رسالہ قدسیہ آپ ہی کی مرتبہ محبوب کتاب



ہے جس میں حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کی مجالس خاص کے ملفوظات پر گفتگو کی گئی ہے۔ آگے چل کر یہی تالیف نقشبندی اکابر کے یہ مشعل راہ بنی اور اسی کو نقشبندی مکتب فکر نے اپنا لائحہ عمل بنایا۔

حضرت محمد یار صادق سرور کا تراسی سال کی عمر میں وصال بروز جمعرات ۸۲۲ھ مدینہ منورہ میں ہوا جو اربعہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں آسودگی ملی مصر سے سنگ سفید (مرمرین) لایا گیا اور آپ کے مزار کو ممتاز حیثیت دی گئی آپ کی مشہور تالیف فصل الخطاب کے نام پر آپ کا بن وصال فصل خطابی کے اعداد سے نکلتا ہے۔



# رسالہ قدسیہ

از — خواجہ محمد پارسا

بے حد و حساب حمد و ثنا اور بے انداز و قیاس شکر و سپاس اس بادشاہ  
جل ذکرہ کے لیے زیبا ہے۔ کہ جس کے طالبانِ وصال اور مشتاقانِ جمال اس کی ذات  
اور وجود کی دلیل ہیں۔ اور اس کے شہود کی دلیل اسی کا شہود ہے!

توبہ و ثنا س اورا۔ نہ بخود  
اس کی معرفت تو اس کی ذات سے ہو  
راہ از و خیر و بد و دہ از خرد  
سکتی ہے۔ اپنے آپ سے اس کی شناخت  
کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا راستہ تو اسی سے  
ملے عقل و خرد سے نہیں ملتا۔

تَلَطَّفْتُ بِأَوْلِيَاءِكَ نَعْرِفُوكَ  
وَلَوْ تَلَطَّفْتُ بِأَعْدَائِكَ لَمَّا جَدُّكَ

اور بلند مرتبت درود پاک اور تواتر کے ساتھ صلوٰۃ و سلام حضرت سید م  
صلی اللہ علیہ وسلم (فداۃ امی وابی) کو پہنچے جو تمام انبیاء کے سچے پیشوا اور تمام اصفیاء  
کے راہنمائے مطلق ہیں۔

خواجہ کوئین و سلطان ہمد  
وہ دو جہاں کے شہنشاہ ہیں اور تمام لوگوں  
آفتاب جان و ایمان ہمد  
کے سلطان ہیں اور ہمارے ایمان اور جان کے  
آفتاب ہیں۔



آپ کی آل اصحاب، خلفاء اور احباب کے ساتھ ساتھ آپ کے مہمان اور متابعان کے لیے بھی درود ہو۔ اجمعین الی یوم الدین۔

اما بعد۔ یہ چند کلمات انفاسِ نفیہ اور الفاظِ متبرکہ حضرت گرامی قدر جناب شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیے جا رہے ہیں۔ آپ کی ذات والامفات ارشاد و ہدایت کی مسند کی صدر نشیں ہے۔ ولایت کے خالص اور تعریفات کی جامع ہے۔ آپ زمانے کے ملازمی و ملجاء ہیں۔ اہل حقیقت و عرفان کے قطب ہیں۔ صفات ربانی کے مظہر ہیں۔ اللہ خلاق سبحانی کے مورد ہیں۔

گشت بے کبریا و ریا و کینہ روح قدسی از رخس آئینہ  
و آں لغاتے او جواب ہر سوال مشکل از و گمل شود بے قیل و قال  
وَعَلَى تَغْنِي وَ اِحْصَانِهِ لِحُسْنِهِ يَفْنِي الزَّمَانَ وَ خِيَهُ مَالَهُ يُوصَفُ  
أَرَدْتُ لَهُ قَدْ خَافَا مِنْ فَضِيلَتِهِ تَأَمَّلْتُ إِلَّا جَلَّ عَنْهَا وَقَلْتُ  
یعنی علیحضرت قدوة العارفین۔ محققین کی آنکھوں کا نور، انبیاء و مرسلین کے وارث، شیخنا و سیدنا شیخ بہار الحق والدین محمد بن محمد البخاری المعروف بہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ روحہ و طیب مشیدہ و نور خدیجہ و نفعنا بحبیۃ و الاقدار بسرہ۔

یہ آپ کے لطائف معارف کے بعض ارشادات ہیں جو آپ کی مجالس میں بعض اقوال کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔ اور (صحبت علی الدوام فی الیالی والایام) آپ کی زبان مبارک سے بیان ہوتے رہے۔ بندہ ضعیف (مؤلف) محمد بن محمد اللہ فی البخاری (و حقہ اللہ تعالیٰ سبحانہ لایسجد و یرضاه) ان کلمات قدسیہ میں بعض اقوال کو از روہ صدق و ارادت اور برائے برکت و تمیز ضبط تحریر میں لانا چاہیے۔ آپ اپنے عزیز احباب کے حکم اور اشارہ (مشعنا اللہ تعالیٰ ببقایم و ادام برکات بقایم) پر ان پاکیزہ کلمات میں چند ایک کو تبرکاً احاطہ تحریر میں لادیا ہے تاکہ مخلصان خاص اور



طالبان صادق ان کلمات طیبات کو گوش گزار کر سکیں۔ آپ کو یوں محسوس ہو گا۔  
گویا آپ حضرت کی مجالس میں شرف باریابی پا کر بذات خود یہ باتیں سن رہے ہیں۔  
آپ کے احوال و مقامات شریفہ۔ اور کرامات و آثار عجیبہ کا تذکرہ اول سے  
آخر تک اکثر بیان میں آچکا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر حالات نوک زبان خواص  
ہیں۔ اگرچہ اس وقت قلب و روح اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ احوال طیبہ کے  
گلستان کی نسیم جانفزار طالبان صادق کے مشامِ دل و جان کو معطر کرے۔ اور  
دلوں اور جانوں کو اس سے راحت ملے۔ اور بموجب عمد ذکر الصالحین تنزل الرحمة  
نیک لوگوں کے تذکرے سے رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے، اس تذکرہ سے  
ختمِ خداوندی حاصل کرنے کی امید اور رحمتِ الہی اور اس کے فیض نامتناہی  
کے نزول کی آرزو ہے۔ لیکن اس وقت ہم نہایت اختصار سے بیان کریں گے۔  
غموں و دیرزباں خم کن تو باقی را کہ نیست در خور آن گشت عقل سودائی  
غموں و دیرزباں ختم کن تو باقی را کہ هست بر توکل غیور لا لا یی  
حقیقت ہے کہ اس طائفہ مبارکہ کی باتیں ذوق و وجد پیدا کرتی ہیں۔ اور ان کے  
حفظ و اذکار سے حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ اہل بصیرت فرماتے ہیں:

فقہ اللہ اکبر و برہانہ الاظہر۔

یعنی اہل بصیرت کو جو یقین ان بزرگانِ دین کی باتوں میں غور کرنے سے حاصل ہوتا  
ہے۔ وہ نہایت قوی اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ یقین خوارقِ عادات یا کرامات کے مشاہد  
سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا:

موجب ایمان نباشد معجزات بوئے جنسیت کتہ جذب صفات

معجزات از پیر قہر دشمنست بوئے جنسیت پے دل بردن است

چونکہ اس طائفہ عالیہ کی باتیں کلامِ الہی کا پر تو ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی پوری کیفیت



اور صفت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اکابر میں سے ایک نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الْإِنْسَانَ الْكَامِلَ مُخَلِّعًا لِّلْمَلِكِ وَأَرَادَ تَشْرِيفًا  
وَتَنْزِيلًا بِأَنْفَاسِهِ الْفَلَكَ

یعنی اُس اللہ کو تمام تعریفیں ہیں جس نے انسانِ کامل کو معلم الملوک بنایا اور  
اُسے خلعت شرف و کمال سے نوازا۔

اُس کے باوجود بعض منکرین نے قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہا ہے۔ اور پھر  
یُضِلُّ بِكَ كَثِيرًا قَيْدِي بِكَ كَثِيرًا انہیں لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔ چنانچہ  
اس طائفہ کی باتیں ایسی ہیں۔ جیسے کَنْيَلِ السُّعْدِ بَاءٌ لِّلْمُحْجُوِّينَ وَبَلَاءٌ عَلَى  
الْمُحْجُوِّينَ اہل محبت کے لیے نیل مصر کے پانی کی طرح ہیں۔ مگر بے گانہ محبت  
کے لیے تو ایک مصیبت ہیں۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است؛  
وانکہ و بدش نقد خود مردانہ است  
آب نیل است و یہ قبلی خون نمود  
قوم موسیٰ رانہ خون بود۔ آب بود  
دشمن ایں صرف و ایں دم در نظر  
شد مثل سرنگوں اندر سفر  
گر تو مرد رانہ جوی رانہ جو  
جان فشان و خوں گیری و باز جو  
جو شخص افسانہ پڑھتا ہے۔ اس کے سامنے ایک قصہ نظر آتا  
ہے مگر جو شخص اپنی ذات میں غور کرتا ہے وہ مردِ کامل بن جاتا ہے  
دریائے نیل کا پانی فرعونوں کو خون نظر آیا تھا لیکن  
یہی خونی دیا حضرت موسیٰ کی قوم کے لیے پانی تھا۔  
ان کلمات کے مخالفین ظاہری نظر آتے ہیں مگر  
ایسے لوگ ہی جہنم کا ایندھن بنتے ہیں۔  
اگر آپ مردِ حق ہیں تو رانہ کی تلاش کرو۔ جانفشانی  
کرو۔ جگر سوزی کرو۔ اور اللہ کو پالو۔

دل کو ملالت و عوالت اور مشاغل دنیا سے پاک و صاف کرنے کے بعد تھوڑا سا  
غور کیا جائے۔ تو آپ کی باتوں کے ظاہری معانی سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ اور اسی  
سمجھ سے حقیقی معانی کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور احوالِ حقیقت حاصل ہو جاتا ہے۔



کیونکہ اس طائفہ (اہل اللہ) کی باتیں علم وراثت کے عالم سے آتی ہیں۔ یہ ظاہری علوم سے حاصل نہیں ہوتیں۔ ان کا بیان اس طریقہ پر ہوتا ہے کہ جس قدر اس طریقہ پر سے علم کی زبان یا علم کی عبارت کی زبان سے کام لیا جائے۔ یہاں تو ذوق کی زبان اور اشارت کے نشان سے کام لیا جاتا ہے جب تک حقیقت حال کی شرح اس کے کانوں تک نہ پہنچی ہو۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

وَمَا زَادَ بَيَانُهُمْ عِنْدَ سَكْنَةِ فَإِنَّ الْأَعْرَابَ عِنْدَ بَغْيِهِ إِثْقَالٌ  
سَدُّوا الْأَبْطُمَاءَ بِغَيْرِ وَاجِدَةٍ إِخْفَاءُ

کہنے والوں کا مقصد بحر اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ ذوق اور شوق میں اضافہ کر لیا جائے۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں طالبان حق کی طلب کو قوت دیتی ہیں۔ اور ان کی ہمت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اگر کسی کے دماغ میں تکبر کی بو ہوتی ہے۔ تو اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اپنے افلاس اور تنہی دینی کو دیکھنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کیا خوب فرمایا:

لَا مَذَكَّ الْخَلْقَ بِمِيزَانِكَ وَزَنَ نَفْسَكَ بِمِيزَانِ الصِّدِّيقِينَ لِتَعْلَمَ  
فَضْلَهُمْ وَأَفْلَاسِكَ

(مخلوق کو اپنے میزان سے نہ تولا کرو۔ بلکہ اپنے آپ کو صدیقین کے میزان اور پیمانہ سے تولا کرو تاکہ تمہیں ان کی فضیلت اور اپنے افلاس کا علم ہو جائے۔)

شیخ شہید مجد الدین بغدادی قدس سرہ دعا کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! تیرا کوئی کام کسی ملت کا محتاج نہیں مجھے اس قوم سے بنا۔ یا مجھے ان لوگوں کو دیکھنے والوں سے ہی بنا۔ میں کسی دوسری قسم کی ہمت اور طاقت نہیں رکھتا۔"

گر نیم مرغان رہ را هیچ کس ذکر ایشان کردہ ام ایہم زبس



گر نیم زبیاں از ایشان گفتہ ام خوش دلم کیں قصا ز جاں گفتہ ام  
 شیخ امام عارف ربانی ابو یعقوب یوسف بن ایوب محمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے  
 پوچھا حضرت! جب اہل اللہ ہم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے تاکہ ہم  
 سلامت رہ سکیں! آپ نے فرمایا ان کی باتیں دہراتے رہو صدیعوں میں سے ایک  
 نے کہا تھا کہ کاش کوئی ایسا شخص ملے جو بندگان خدا کی باتیں کرتا جائے اور میں سنتا  
 جاؤں۔ یا میں سنتا جاؤں اور وہ سنتا رہے۔ اگر جنت میں اہل اللہ کے متعلق گفتگو  
 نہیں ہوگی تو ہمیں جنت سے کیا کام جذباتِ موابیہ کا آقباس تو انہیں کے انقباس  
 طیبہ سے ہو سکتا ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

گر ندارم از شکر جز نام بہر  
 آخرم زان کارداں گردے رسد  
 ایں بے بہتر کہ اندر کام زہر  
 قسم ہن زان رفتگاں در و رسد  
 نطقا نسبت با وقشراست یک  
 پیش دیگر فکر با مغز است نیک  
 آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود  
 ورنہ بس عالیت پیش خاک شود  
 یہ کلمات قدسیہ اگرچہ کم الفاظ میں ادا ہو رہے ہیں مگر بڑے وسیع معانی کے  
 حامل ہیں وَالْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْجُزْءُ عَلَى الْقَبْلِ عَنِ الْبَحْرِ  
 الْقَدِيرِ

(تھوڑی چیز بڑی چیز کی دلالت کرتی ہے۔ اور ایک گھونٹ بحر بے کراں کا  
 پتہ دیتا ہے)

قدوة الکبار۔ شیخ بزرگوار۔ شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰ نیشاپوری قدس سرہ  
 نے جو حقائق تفسیر اور "طبقات مشائخ" جیسی معروف کتابوں کے مصنف  
 ہیں۔ طبقات مشائخ میں ایک ایک بزرگ کے بیس بیس اقوال بیان کیے ہیں۔ اور  
 انہیں اقوال کو صاحب نظر اور اہل پیش و دانش حضرات نے سامنے رکھا۔ یہ اقوال



ان مشائخ کی سیرت طیبہ سلسلہ مطہریت اور ان کے علوم و احوال پر روشنی ڈالتے ہیں  
ان اقوال میں بعض علوم و معارف ایقانِ حق پر ان مشائخ کے سلوک اور سیرت کی  
اساس ہے، اکاذکر کیا ہے۔ وَلَنَافِیْهِ اُسُوۃٌ حَسَنَةٌ فِی تَقْلِیْلِ الْکَلَامِ  
مَعَ الدَّلَالَةِ عَلٰی الْمَدَامِ

دریابِ حالِ سُختِ یسحِ حاتم پس سخن کوتاہ باید و السلام  
اگر ان کلمات قدسیہ کی بعض مقامات پر مختصر سی شرح کی خدمت پڑے تو  
بہتر ہے کہ اس شرح کو اہل اللہ کے پاکیزہ کلمات اور ملفوظات کی استمداد و  
استعانت سے ہی کیا جائے۔ فَانَّ الْکَلَامَ الْمَشَائِخِ یُعْبَرُ بَعْضُهُ بَعْضًا  
اس شرح و متن کی تمیز یوں کی جائے۔ کہ متن کو خط کشیدہ الفاظ میں بیان کیا جائے۔

جملہ معشوق است و عاشق پر دہ

زندہ معشوق است و عاشق مُردہ

یہ ضعیف اپنے اندر یہ قوت نہیں پاتا۔ کہ بذاتِ خود اس عمل پر اقدام کرے۔  
مگر قدوۃ اہل اللہ۔ صفوت اصحاب الاتباء۔ سند ارباب الطریقیت۔ موصیح رموز  
اہل حقیقت۔ اسوۃ طلاب البقین۔ خواجہ علاؤ الحق والدین محمد بن محمد بن البخاری  
المشہر بہ عطار اطال اللہ مدت الحیوۃ و افاض علی المسترشدین انوار برکاتہ کے حکم  
سے اشارہ پاکر اس مختصر سے وقت میں شرحوں کی املا کرنا مناسب خیال کرتا ہے۔

اگر ان کی امداد و مدد حالی اور نگاہ قبولیت شامل حال رہی۔ تو کامیاب رہوں گا۔

ابن سخن را چوں تو مبداء بودہ

دیدیہ غیبت چو غیب است افتاد

شرح توجیف است باہل جہاں

لیک گفتم وصف تو تا مردہ برند

پیش از آن کہ ز فوت آن حسد خورند



ہو سکتا ہے۔ کہ شرح بیان کرتے وقت یا ملا کے وقت اس مقصد حنیف کا  
وجود درمیان میں نہ آئے۔ یہ تالیف اور تصنیف ان صاحب نظر بزرگان دین  
کی دعواتِ صالحہ کا ثمرہ ہو۔ اور یہی درجات کی بلندی اور قربت کا ذریعہ ہے۔  
وہ سبحانہ المحول والقوۃ۔

## کلماتِ القدسیہ

”مسلمانی اور احکام کا نفاذ۔ تقویٰ کی رعایت۔ عمل میں عزیمت۔ اور  
حتی المقدور زہمتوں (یا رعایتوں) سے دور رہنا۔ تمام نور صفا اور رحمت میں۔ اور  
ولایت کے درجات کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ان صفات کی پرورش سے ہی  
اولیاء اللہ کے مقامات اور منازل تک رسائی ہو سکتی ہے۔“

ہمارے خواجہ قدس سرہ نے مندرجہ بالا کلمات میں جو کچھ فرمایا ہے  
شرح | اس میں اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ جو آپ کو اپنے حضرت  
خواجہ بزرگ خواجہ عبدالحق مجددانی قدس اللہ روحہ سے سنا ہے۔ اور مشاہدہ  
اور خواب میں یہ اشارات پاتے ہیں۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ نے خواب  
میں یوں دیکھا۔ کہ آپ کے احوال کے ابتدائے کار اور غلبہ جذبات کے دوران  
میں مزارات مقدسہ میں سے تین مزارات پر پہنچے۔ ان مزارات میں آپ نے جذبات  
کی کیفیت محسوس کی۔ پہلا مزار تو بخارا کے نواح میں ہے۔ جو حضرت خواجہ محمد صالح  
رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ تبع تابعین میں سے ایک معروف بزرگ  
تھے۔ آپ کا بلاد ماوراء النہر میں تشریف لانا مستند روایات سے ثابت ہے۔  
خواجہ بزرگ (خواجہ عبدالحق مجددانی) نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہ کو خواب



میں یہ حکم فرمایا کہ راہ عزیمت میں قدم رکھو اور رخصتوں سے دور رہنے کی کوشش کرو۔ اور متابعت سنت نبوی کرتے رہو۔ بدعتوں سے پرہیز کرو۔ اس کے علاوہ آپ نے وہ ارشادات فرمائے جو سلوک کی ابتدائی، وسطیٰ اور انتہائی ادوار سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہر بانی سے ہر عمل اور وصیت کے بہترین نتائج دیکھے ہیں۔ اگرچہ آپ عزیمت پر گامزن رہنے پر مامور تھے۔ مگر آپ نے اس بات کو کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا تاہم آپ ان اعمال اور وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنے باطنی احوال میں ترقی کی رفتار کو مشاہدہ کرتے رہے۔ اس واقعہ کی تشریح اور اس خواب کی تفصیل احوال عجیبہ اور کرامات کی صورت میں آپ کے مختلف مقامات پر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ان حالات اور مشاہدات کے اثرات کو آپ کے مخلص اور عزیز احباب احباب نے جمع کر کے تالیف و تصنیف کی شکل میں پیش کیا ہے مَقَاتِلُ اللّٰهِ بِلِقَائِهِمْ وَقَاتِلَهُمْ وَأَوَّاهُمْ انْشَاءُ اللّٰهِ یہ حالات اکمل و اجمل صورت میں سامنے آئیں گے۔ اور ان مقامات کے تذکرہ و اشاعت احباب اور مخلصین کی زبانیں اور کان مشرف اور محفوظ ہوں گے۔ اور ان اذکار سے محفلیں منور اور معطر ہوتی رہیں گی۔

راہ طریقت میں ہمارے خواجہ قدس روحہ کو شیخ طریقت خواجہ محمد بابا سماکی قدس سرہ نے فرزند کی نظر قبولیت سے نوازا تھا۔

آپ حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتی کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت خواجہ عزیزاں خواجہ محمود انجیر فغوی رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ خواجہ محمود خواجہ عارف دیوگری کے خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے خلفاء میں سے تھے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کو حضرت سید امیر کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



سے نسبت۔ ارادت۔ صحبت۔ تعلیم۔ آداب سلوک اور تلقین ذکر سے حاصل تھی۔  
 سید امیر کلالہ خواجہ محمد بابا سماسی کے خلقار میں تھے۔ لیکن سلوک میں ہمارے  
 خواجہ قدس سرہ کی نسبت تربیت حقیقت میں خواجہ بزرگ خواجہ عبدالحق عجدوانی  
 کی روحانیت حاصل ہوئی تھی۔ ہم اسی سلسلہ میں مختصر سی گفتگو کریں گے۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبدالحق۔ امام ربانی شیخ ابویحیٰ یوسف بن ابی  
 ہمدانی کے خلقار میں تھے۔ خواجہ یوسف ہمدانی کو تصوف میں شیخ طریقت شیخ  
 ابوعلی قاضی طوسی قدس سرہ سے نسبت تھی۔ آپ خراسان کے اکابر مشائخ  
 میں ہیں۔ حجت الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے ہی باطنی تربیت  
 حاصل کی تھی۔ شیخ ابوعلی قاضی مدی رحمۃ اللہ کو تصوف میں دو نسبتوں سے فیض ملا  
 ہے۔ ایک شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی سے جو تین واسطوں سے  
 سید الطائفہ شیخ حیدر بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روح سے ملتے ہیں۔ دوسری نسبت  
 شیخ بزرگوار شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی ہے۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی  
 اپنے زمانہ کے پیشوائے مشائخ اور قطب زمانہ ہوئے ہیں۔ چونکہ پرانے زمانہ میں حقیقی  
 صاحبان دل۔ اور کاملان حقیقت اور سالکان راہ طریقت بہت تھے۔ اور آخرین زمانہ  
 میں ان کی تعداد بہت کم رہی ہے بلکہ آخرتاً مِنَ الْکِبْرِیَّتِ الْاَحْمَدِ ہو گئے ہیں  
 یقیناً ایک زمانہ تھا کہ طالبان صادق کسی کبریٰ دین اور مقتدائے اہل یقین کی محبت و  
 متابعت سے فیض یاب ہو کر اپنے روحانی بال و پر کو بشریت کی گراں باری سے سبک  
 کر کے اپنے مقتد اور شد کے مکمل تصرفات کو پالیتا تھا۔ وہ دوسرے کاملان عصر کے  
 عمر بھریہ تربیت رہتا۔ اور ان کی مجالس فیض میں مقبولیت حاصل کر کے ان کی محبت  
 کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ ان کے علوم و معارف کا آفتاب سس کرتا تھا۔ اس  
 طرح ان حضرات کے انتساب کی نسبت سے تصوف اور علم باطن میں بے پناہ



مقامات حاصل کرتا تھا۔ شیخ شہید، شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علم باطن کی سند میں جس قدر بیشتر واسطے ہوں۔ اسی قدر یہ سند مستند اور عالی تر ہوتی تھی۔ چونکہ مشائخ کرام انوار حقیقت کے پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ انہیں انوار حقیقت شکوۃ نبوت سے ملتے ہیں۔ جس قدر ان پر انوار باطن کا اجتماع ہوتا ہے۔ اسی اندازہ سے وہ اپنے طالبان کو تقسیم کرتے ہیں۔

نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ هَسَنٍ يَّشَارُ (یہ نور علی نور۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے مشائخ کے سلسلہ کے متبع ہیں۔ آپ کا علم باطن میں دو طریقوں سے انتساب رکھتے ہیں۔ ایک حضرت داؤد ظانی سے جو حبیب عجیب و غریب ہیں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اور انہیں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور آپ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ دوسری نسبت امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما اور انہیں اپنے والد مکرم امام موسیٰ الکاظم اور انہیں اپنے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے حاصل تھی۔ ان کا طریقہ ائمہ اہلبیت کا طریقہ تھا۔ ابائے عن جد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ چنانچہ مشہور ہے ائمہ اہلبیت کا سلسلہ علم ظاہر و علم باطن میں امت کے علماء و اکابر قدس سرہ اللہ ارواحہم کو ملا ہے۔ اسی سلسلہ عالیہ کو بیاناً۔ عزماً۔ انفاً۔ تعظیماً اور ثنائاً سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کو تصوف میں سلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ آپ کو سلوک میں روحانیت کی ترتیب حضرت شیخ بسطامی نے ہی دی تھی۔ شیخ ابوالحسن کی ولادت حضرت شیخ



ابو یزید کی وفات کے ایک مدت بعد ہوئی تھی۔ شیخ ابو یزید کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نسبت روحانی ہے۔ حضرت ابو یزید کو حضرت شیخ ابو الحسن کی طرح حضرت امام سے روحانی تربیت حاصل تھی۔ رضی اللہ عنہم۔ حضرت امام جعفر کو علم باطن میں دو طریقوں سے نسبت حاصل ہوئی تھی۔ ایک تو اپنے والد مجتہد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہیں اپنے والد حضرت زین العابدین علی بن الحسین سے اور انہیں اپنے والد حضرت زین العابدین علی بن الحسین سے اور انہیں اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہیں اپنے والد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے تھی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ولایت حاصل تھی۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو دوسری طرف سے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت حاصل تھی۔ قاسم بن محمد اکابر تابعین میں سے تھے۔ تابعین میں سات فقہا مشہور ہیں جنہیں ظاہری اور باطنی علوم سے واقف حصہ ملا تھا۔ ان میں ایک حضرت قاسم بن محمد تھے۔ حضرت قاسم کو باطنی علوم میں حضرت سلمان فارسی سے انتساب تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بہار کر سے بہت کچھ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ حضور نے آپ کو سَلَمَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ (سلمان بھی اہل بیت میں سے ہیں) کا شرف بخشا۔ انہوں نے علم باطن کی نسبت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔ یہ نسبت خواجہ دو عالم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھی۔

۱۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث (م ۵۹ھ) ۲۔ خارجہ بن زید بن ثابت (م ۵۹ھ) ۳۔ قاسم بن محمد (م ۱۰۹ھ) ۴۔ سعید بن مسیب (م ۱۱۰ھ) ۵۔ عبد اللہ بن عقبہ (م ۱۱۲ھ) ۶۔ زبیر (م ۱۱۶ھ) ۷۔ سلمان بن يسار (م ۱۰۷ھ)



اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان خلفاء رسول سے جو آپ سے پہلے تھے نسبت باطنی میں تربیت حاصل کی تھی۔ شیخ الطریقہ شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ اپنی کتاب "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں کہ قیامت تک ہر زمانہ میں ایک قطب زمان موجود رہے گا۔ اور یہ قطب زمان اپنے مرتبہ اور مقام میں نائب مناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوگا۔ وہ تینوں اوتاد جو قطب کے ماتحت ہوتے ہیں ہر زمانے میں ان تین خلفاء کے نائب مناب ہوں گے۔ امیر المؤمنین حضرات عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ تینوں حضرات یقیناً اوصاف اور احوال میں اپنے ان تینوں خلفاء کی پیروی کریں گے۔ ان کے علاوہ صدیقوں میں سے چھ ہیں۔ جن کی صفت میں فرمایا گیا: بِسْمِ يَفْقُومُ الْاَرْضُ وَيَسْمُو يَذْفُمُ الْبَلَاءُ عَنْ اَهْلِهَا وَيَسْمُو يَرْزُقُونَ وَيَسْمُو يَطْرُدُونَ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ مصائب کو دفع کرتے ہیں۔ لوگوں کو رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اور کائنات ارضی پر بارش برسانے کا اہتمام کرتے ہیں) یہ حضرات ہر زمانے میں عشرہ مبشرہ کے چھ حضرات کے نائب ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ میں یوں فرمایا:

اما بعد فان الله عز وجل اتخذ صاحبكم خليلا ولو كنت متخذا احدا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا ربك الله تعالى نے تمہارے دوست کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو حضرت ابا بکر صدیق کو بناتا، ایک اور حدیث میں فرمایا:

ان عجل واتخذ ابراهيم خيلا وموسى نجيا واتخذ



حَبِيبًا۔ ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِي لَا أُشْرُؤُنَ حَبِيبِي عَلَى خَلِيلِي وَنَجِي رَيْثِك  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ اور موسیٰ کو نَجی۔ اور مجھے حبیب بنایا۔ پھر  
 فرمایا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے۔ میں حبیب کو خلیل اور نَجی کو اپنے قریب رکھتا  
 ہوں۔

ان دونوں احادیث کا مضمون یوں ہے۔ کہ اہل تحقیق اور ارباب بصیرت  
 نے کہا ہے۔ کہ خلت سے دو مقامات مراد ہیں۔ ایک تو محبت کا انتہائی مرتبہ ہے  
 اور یہ مراد دوسری حدیث سے لی جاتی ہے۔ دوسرے محبوبیت کے انتہائی درجات  
 اور مراتب ہیں۔ یہ معنی پہلی حدیث سے مراد لیے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ میں کوئی شخص  
 بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکت کا دعویٰ دائر نہیں ہو سکتا۔ "مقام محمود"  
 کا لفظ اسی نہایت بلند رتبہ کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی سے کمال کے درجات متعین  
 ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر اس مقام خاص میں  
 میرے ساتھ کسی کو شرکت حاصل ہوتی تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ یہ  
 اس بات کی دلیل ہے۔ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ولایت اور علم باطن جسے  
 علم باللہ کہا جاتا ہے۔ میں اکمل۔ افضل۔ اعلم۔ اور اعظم اولیاء امت ہیں۔ بلکہ تمام  
 صدیقوں سے اکمل ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کا ہی مقام ہے۔ سیدنا صدیق  
 رضی اللہ عنہ اکبر ہیں۔ اور اہل بصیرت کے اکابر میں سے افضل ہیں (قدس سرہم) اس  
 بات پر اجماع ہے۔ اور یہ بات ان لوگوں کے خیالات اور خدشات کو دور کرنے کے  
 لیے کافی ہے۔ جو اس نظریہ کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور آپ کی افضلیت کو دوسری  
 وجوہات کی بنا پر تاویل کرتے ہیں۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ کے احوال کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور  
 مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے سلسلہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا طریقہ



اولیسیہ تھا۔ اور بہت سے مشائخ جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اویسی تھے۔ اویسی کا مطلب یہ ہے۔ جسے حضرت شیخ طریقت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ ”اولیاء اللہ میں سے ایک ایسا طبقہ ہوا ہے جنہیں مشائخ طریقت اور کبریٰ حقیقت اویسی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہیں ظاہری طور پر کسی مرشد یا رہبر کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ انہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہ عنایت سے پرورش فرماتے رہے ہیں۔ اور اس تربیت میں کوئی واسطہ درمیان نہیں تھا جس طرح آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو براہ راست تربیت دی تھی۔ یہ بہت بلند مقام ہے۔ جو ہر ایک کو میسر نہیں آتا۔ اس مقام تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اور اس عظیم مقام کو کون پاسکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ ہم اسے مشائخ طریقت میں سے بہت سے حضرات کو سلوک کی ابتداء میں اس مقام کی طرف توجہ ملی ہے۔ چنانچہ شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے مشائخ کا سلسلہ طریقت جاملتا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ ارواحہم کے طبقہ کے بزرگوار ابتداء سے کار میں ہمیشہ اویس اویس پکارا کرتے تھے۔ طریق سلوک میں ارواح مقدسہ مددگار ہوتے ہیں۔ اور فیض ربانی اور تجلیات روحانی کے حاصل کرنے میں مدد ہوتے ہیں۔ لیکن طریقہ جذب جو ایک وجہ خاص کا طریقہ ہے کوئی واسطہ درمیان میں نہیں آتا۔ اور لا الہ الا اللہ کے ذکر کا مقصد خصوصی وجہ توجہ سے ہوتا ہے۔ تمام موجودات میں التجا اور اعتصام اس کی صفت قیومی سے ہوتی ہے۔ شیخ عطار قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں :

پائے تاسرچوں فلک سرگشتہ ام	بادشاہا دل بخوں آغشتہ ام
یک نفس فارغ ہما شید از طلب	گفتہ ای من باتمایم روز و شب
لطف تو خورشید و ماچوں سایہ ایم	چونکہ بالطف چہیں ہما سایہ ایم



چہ بودہ جاں بخشی سرمائے گاں کہ نگہ داری حق ہمسائے گاں  
 رہبرم شوزانکہ گمراہ آدم دولتم وہ کہ چہ بے گام آدم  
 ہرکہ درکوئے تو دولت یار شد در تو گم گشت وز خود بیزار شد  
 مبتلا خویش و حیران تو ام گر بدم گرنیک ہم زان تو ام  
 نیستم نومید و ہستم بے قرار بوک در گریہ کیے از صد ہزار  
 جب مالک کو ان دو صفات جلالی اور جمالی سے پرورش کی جاتی ہے۔ تو اس  
 کے لیے جلال جمال بن جاتا ہے اور جمال جلال بن جاتا ہے۔ خوف کی انتہائی صورت  
 امید وار بن جاتی ہے اور غلبہ رجائیں خوف کی کیفیت رہتی ہے۔ اس وقت جبکہ  
 اللہ تعالیٰ کے جلال کی صفت کا اظہار ہوتا ہے۔ تو جمال توجہ فرما ہوتا ہے۔ سلطان العارین  
 حضرت ابویزید قدس سرہ کی نگاہ جلال ابوتراب بخشی قدس اللہ روحہ کے ایک  
 مرید کو دیکھا۔ یہ نگاہ تجلی ذات کی نسبت لیے ہوئے تھے۔ اور وہ مرید صرف صفت جمال

لے شیخ ابوتراب کا ایک مرید بڑا ہی گرم اور صاحب وجد تھا۔ ایک دن ابوتراب نے اسے کہا کہ  
 بایزید کو دیکھنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا۔ جو ہر وقت بایزید کے خدا کو دیکھتا ہو۔ اسے بایزید کے دیکھنے کی حاجت نہیں  
 رہتی۔ ابوتراب نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں اور اپنی قدرت سے دیکھتے ہو۔ جب ان کے پاس جاؤ تو  
 ان کی قدر سے دیکھنا۔ کیونکہ آنکھوں میں اور نگاہوں میں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں بایزید کے گھر کو روانہ  
 ہوئے۔ بایزید اس وقت پانی لانے کے لیے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ دونوں آپ کے پیچھے چلے گئے  
 راستے میں شیخ کو دیکھا کہ مٹی لا گھڑا اٹھا ہے۔ اُسے یہیں سر پر گھڑا اور پرانی پوستین پہنے دکھائی دیے۔ جب  
 بایزید کی آنکھیں اس مرید پر پڑیں۔ تو مرید زمین پر گر پڑا۔ اور ٹپ کر دھل بجی ہو گیا۔ شیخ ابوتراب نے  
 کہا۔ حضرت! ایک ہی نگاہ اور موت! آپ نے فرمایا۔ ابوتراب۔ اس نوجوان کے بدن میں ایک نور تھا۔ جس کے  
 افکار ہونے کا ابھی تک وقت نہیں آ رہا تھا۔ بایزید کی نگاہ سے وہ نور افکار ہو گیا۔ اسے جلال کی قوت برداشت  
 نہ تھی۔ اس نے دم توڑ دیا۔



کا پرورش یافتہ تھا۔ اگر وہ دونوں اوصاف کا پرورش یافتہ ہوتا۔ تو اسے سلطان العارین کی نگاہ کی کشش برداشت کرنے کی قوت حاصل ہوتی اور وہ اس طرح بشریت کا ملامت نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ہم اپنے ایک مرید صادق محمد اہد کے ساتھ صحرا کی طرف جانے لگے۔ ہمیں ایک ضروری کام تھا۔ ہمارے پاس ایک کلہاڑی تھی۔ اسی دورانِ وقت طاری ہوئی۔ ہم نے کلہاڑی کو تو دیں پھینکا۔ اور بیابان میں چل نکلے۔ اور ایک دوسرے سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بات عبودیت اور فدائیت پر ہونے لگی۔ اس نے پوچھا۔ کہ خدا کی غایت اور نہایت کیا ہے۔ ہم نے بتایا۔ کہ اگر درویش کو کہہ دیا جائے۔ کہ مر جاؤ تو مرنے سے بھی دریغ نہ کرے۔ یہ بات کہتے ہوئے میرے اندر ایک ایسی حالت طاری ہوئی۔ کہ میں نے محمد اہد کی طرف منہ کر کے دیکھا۔ اور کہا۔ مر جاؤ۔ اسی وقت محمد اہد زمین پر گرا۔ اور اس کے بدن سے روح پرواز کر گئی۔ وہ ایک عرصہ تک ایسے ہی مردہ پڑا رہا۔ اس کا جسم روح کے بغیر بلا حرکت پڑا رہا۔ پشت زمین پر۔ چہرہ آسمان کی طرف۔ پاؤں قبلہ کی طرف۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک وہ یونہی پڑا رہا۔ اس دن بے پناہ گرمی تھی۔ سورج پوری طرح آگ برسا رہا تھا۔ ہمیں تو اس حالت سے سخت پریشانی ہوئی۔ بڑے متحیر ہوئے۔ پاس ہی ایک سایہ درخت تھا۔ چند لمحے اس سایہ میں جا بیٹھے۔ اور حیرانگی کے عالم میں سوچنے لگے۔ پھر اس کی لاش پر آئے اور اس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ اس کا رنگ اُڑ۔ چکا تھا۔ چہرہ گرمی سے سیاہ ہوتا ہوا رہا تھا۔ ہم حیران سے حیران ہوتے جا رہے تھے۔ ناگاہ اسی حیرانی کے عالم میں ہمارے دل پر افشا (الہام) ہوا۔ کہ کہو! محمد اہد زندہ ہو جاؤ۔ ہم نے یہ بات تین بار کہی۔ اور دیکھا کہ اس جسم مردہ میں زندگی کے آثار آنے لگے۔ اس کے اعضا ہلنے لگے۔ وہ اسی وقت زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔ ہم اسی حالت میں



روانہ ہوئے۔ اور حضرت امیر سید کلال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا۔ ہم نے واقعہ کے دوران جب یہ کہا کہ اس کی روح بدن سے جدا ہو گئی۔ اور ہم بے حد حیران ہوئے۔ آپ فرمانے لگے۔ بیٹا۔ اس عالم حیرت میں تم نے کیوں نہ کہا۔ کہ زندہ ہو جاؤ۔ ہم نے بتایا تھوڑی مدت کے بعد ہمیں الہام ہوا۔ تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ اپنی حالت پر اتر آیا۔

ابلی تحقیق فرماتے ہیں کہ سالک کو جلال و جمال کے اوصاف کے ساتھ اس وقت پرورش ہوا کرتی ہے جب وہ محبت ذاتی کی حقیقت کو پایا ہے۔ محبت ذاتی پالینے کی علامت میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے محبوب کے متقابل اوصاف ایک سے دکھائی دینے لگیں۔ جیسے عزت و ذلت، حذر و نفع یکساں دکھائی دینے لگے۔ اہل تحقیق نے یہ بھی کہا ہے:

يُعْطَى الْحَقُّ سُبْحَانَ الْمُعْجُوبِ مِنْ أَوْلِيَاءِ رَبِّ فِي الدُّنْيَا أَوَّلُ مَا يُعْطَى أَهْلَ الْجَنَّةِ فِي الْآخِرَةِ. وَهُوَ قَوْلُ كُنْ فَيَكُونُ وَتِلْكَ الْكَلِمَةُ صُورَةُ الْإِرَادَةِ الْعُكْبَةِ (اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ میں سے محبوب کو دنیا میں ہی وہ انعامات دے دیتا ہے جو آخرت میں اہل جنت کو جنت میں نصیب ہوں گے۔ اور اس کا قول کن فیکون اور یہ بات اس کے ارادے کے ماتحت تمام تر دے دی جاتی ہے۔ ایسے ہی مقام پر کہا گیا ہے۔

چوں چسپیں خواہد خدا خواہد چسپیں

مے دہد حق آرزوئے متعین

کان للہ بودہ در ما مضی

تا کہ کان اللہ پیش آمد حبرا

لیکن کمال معرفت اور کمال ادب کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا ایسا محبوب



اپنے تمام ارادے اور خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع نہ رکھے اور ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے تابع نہیں ہے۔ اگر یہ صفت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو وہ چیزیں بلا اختیار ہوتی جاتی ہیں۔

چوں ولی را ہست قدرت اذالہ  
تیر جست باز گمہ داند زراہ

ایک اور مقام پر فرمایا کہ اولیاء اللہ ایسے اوصاف کے ظہور کے وقت عیسوی مشہد ہوتے ہیں لیکن کسی مردے کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت کے واسطے سے ہوتا ہے۔

ایک دفعہ سلطان العارفين حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کے نیچے ایک چوئیٹی آگئی اور کچلی گئی۔ آپ بے حد مغموم اور متاثر ہوئے۔ آپ کے دل میں الہام ہوا کہ چوئیٹی پر پھونک مارو۔ آپ نے دم کیا تو چوئیٹی زندہ ہو گئی۔ شیخ ابویزید اس حالت میں عیسوی المشہد تھے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ اولیاء کاملین کو نور حیوۃ حقیقت سے نور ہما میسر ہوتا ہے۔ یہ صفت فطرت سلیمہ انسانہ کی ذاتی صفت ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت ظلمات بشریت۔ صفات بشریت اور طبائع بشریت سے پاک اور طاہر ہوتی ہے۔ اور یہ صفات اس فطرت کو متاثر نہیں کر سکتیں۔ چونکہ انہیں حیوۃ حقیقۃ کے نور سے حصہ ملا ہوتا ہے۔ اسی نور کی بدولت مخلوقات کے بواطن۔ استوارات۔ خواطر۔ نیات۔ اعمال و احوال پر مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ عمل ان کے طریقہ خواست سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس بدنیہ ہیئات اور اوضاع کے مطالعہ سے ان مخفی معانی کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ نور حیوۃ حقیقت جسے نور الہی کہا جاتا ہے کی روشنی سے طالبان مستعد کے دلوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ یہ زندگی جو حیوۃ حقیقیہ سے میسر آتی



ہے اس زندگی سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ جو حیاتِ حسیہ سے میسر آتی ہے۔ ظاہری زندگی دنیا (حیوۃ حسیہ) یا الہی شان کا مظاہر کرنا اولیاء اللہ کے ہاں بڑا عظیم کام ہوتا ہے۔

مخلوقِ خدا سے دُوری کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو عام لوگوں سے دور رکھے۔ اور اختیامی طور پر اپنی ذات کے لیے مشقت اور مشکلات کا اضافہ کرتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے فیض کی کمی کا شکوہ نہیں کرنا ہوگا۔ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال کے ذریعہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک دنیا کے تعلقات کی غمی دور نہیں ہوگی۔ اس وقت تک کوزہ وجود اس لائق نہیں ہوگا کہ اسے تصوف کے خمدان میں رکھا جاسکے۔ پھر جب ان کوزوں کو خمدان میں رکھا جاتا ہے۔ تو دیکھا جاتا ہے کہ بعض کوزے تو خمدان سے صحیح اور درست پک کر نکلتے ہیں۔ اور بار بار تازی کے ظہور کی نسبت سے ہوتی ہے۔ لیکن بعض کوزے ٹکڑے ہو کر نا پختہ نکل آتے ہیں۔ ایسے کوزوں کی دوبارہ مرمت کی جاتی ہے۔ تازہ مٹی سے انہیں جوڑا جاتا ہے اور اسے دوبارہ خمدان (بھٹی) میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ درست پک کر نکلیں۔ آپ نے فرمایا امیر کلال آخری عمر میں تین شبانہ روز قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہے۔ اور آپ نے کسی سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے بات کرنا شروع کی۔ شکرِ خداوندی کیا اور فرمایا۔ اس سہ روز توجہ سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ دیکھا جاسکے کہ قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے یا بند رہتا ہے۔

اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا میں اور وقت وصال لے کر  
**شرح** البشیر فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ اس کی قبولیت اور غفران کی علامت ہوتی ہے۔ پھر آپ نے جو دور افتاد گویا دور رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ اگر انسان کی اختیاری



صفت اور طلبی خواہشات کم ہو جاتی ہیں۔ اس سے بشریت کے وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور اس نفی سے اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فرمایا ہے۔

قُرْبُ حَقِّ دَوْرَى تَسْتُزِلُّهُ دُخَانُ خُلُوشِ  
بے زیاں خود نیابی سود خویش

نفی کے اختیار کرنے کی مقدار سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے موافقت اور تدبیر اور تقدیر میں مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ رضا اور سعادت کے مقام کے قریب تر ہوتا جاتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَضُوا عَنْهُ اور انسان ہمیشہ اپنی طبیعت کی گونا گوں خواہشات اور اختیارات کے ترک کے واسطے سے اور اپنے صفات بشریہ کو محو کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت کے درجات میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور وہ بے اختیاری کے اس بلند درجہ کو پالیتا ہے۔ کہ اسے حقیقت میں کسی چیز کی خواہش یا طلب نہیں رہتی۔ اس وقت وہ بشریت کی سطح سے اٹھ کر عبودیت کی بلندیوں تک ترقی کر سکتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ الوہیت کے جذبات کے تصرف سے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لے۔ یہ ولایت خاصہ کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے۔ اس کا مبداء سیر فی اللہ ہے۔ اس قسم کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ سیر فی اللہ کا سلوک سنت الہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے لیے جذبہ شرط ہے۔ یہ جذبہ سیر فی اللہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ جس چیز کو طلب کرتا ہے پالیتا ہے۔ اور جس راہ پر چل نکلتا ہے منزل مقصود حاصل کر لیتا ہے۔

نہ ہر صدف کہ فرو برد قطرہ باران درون سینہ او گشت جائے دردانہ  
صدف بہاید و باران و بحر و چندین سال ہنوز نیست مقرر کہ می شود یا نہ  
خلیلی قطاع ایضاً فی الی الحسن کثیر و آقا الواصلون قلیل  
خواصان را اگر چہ نیچے نبود در ہر صدفی در پیچے نبود



در عمر بہ نادرا چنانی اُفتد دین دولت ہر سیدہ گلچے نبود  
 سیر فی اللہ کو ہی مقام وصول کہا جاتا ہے۔ سیر الی اللہ میں عاشق کی سیر بجانب  
 معشوق ہوتی ہے۔ اور سیر فی اللہ میں معشوق کی عاشق کی طرف سیر ہوتی ہے۔ یہ اوصاف  
 صفات بشریت کے فنا ہونے اور بے اختیاری حاصل ہونے سے میسر آتے ہیں۔  
 چنانچہ دونوں جہاں میں اس کی ذات کے علاوہ نہ تو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اور  
 نہ کوئی مراد حقیقی بے اختیاری اس بے اختیاری کا نام ہے۔ جس سے شیخ کی ولایت  
 کے تسلیم حاصل ہو جاتے۔ تسلیم احکام قضا و قدر کا زینہ ہے۔ جب یہاں تسلیم  
 کی ذمہ داریوں کو پورا کیا جاتا ہے تو تسلیم کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ جب تصوف  
 ولایت میں تسلیم کی ذمہ داریوں کو قبول کر لیا جاتا ہے تو جمال حقیقت کے دروازے  
 کھلتے جاتے ہیں۔ اور قاصد اپنے مقصود اور مرید اپنے مراد کو پالیتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت پر توجہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ظاہری  
 اور باطنی علاقے سے انقطاع تام اور تجرد کلی ہو جاتے۔ جس وقت قدوة الاولیاء  
 خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ کی روحانیت کی طرف توجہ کی جاتی ہے  
 تو اس توجہ کا اثر محض بے صفی کے ظہور پر ہوتا ہے۔ جس قدر اس توجہ میں گہرائی اختیار  
 کی جاتی ہے۔ تو کسی قسم کا اثر گرد یا صفت کا اظہار نہیں ہوتا۔ جب روحانیت کا وجود  
 انوار حقیقیہ میں محو ہو جاتا ہے۔ جس قدر انسان اپنے وجود کی تلاش کرتا ہے پھر اپنے  
 آپ سے سرمایہ ادراک تلاش کرے، سوائے بے صفی اور بے نہایتی کے کچھ نہیں پاتا۔  
 حضرت نے یہ باتیں اس وقت فرمائی تھیں جب آپ سلوک کے  
 ابتدائی منازل اور احوال سے گزر رہے تھے۔ آپ کی تمام توجہات  
 مشائخ کبار رضی اللہ عنہم کے احوال طیبہ کی طرف مرکوز تھیں۔ اور ہر توجہ کے اثرات

شرح



کے ظاہر ہونے پر اظہار خیال فرماتے جاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض صفات سے متصف ہیں اور صفات میں واضح نشانات کے مالک ہوتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ وہ اہل معرفت ہیں۔ یا اہل معاملات ہیں۔ یا اہل محبت ہیں اور اہل توحید ہیں۔ بایں ہمہ اولیاء اللہ کا کمال اور اعلیٰ ترین درجات تو بے صفی اور بے نشانی میں ہی پایا جاتا ہے اور بے صفی سے مراد ذاتی کشف ہے جو ایک بہت بلند مقام ہے۔ اور بہت ہی اعلیٰ درجہ ہے۔ اس مقام رتبہ کی تشریح یا توصیف بیان و کلام میں نہیں آ سکتی۔

برتر از علم است و بیرون از عیاں  
ذاتش اندر ہستی خود بے کراں  
ز و نشان جز بے نشانی کس نیافت  
چارۂ جز جانفشانی کس نیافت  
گر عیاں جوئی نہاں آنکہ بود  
در نہاں جوئی عیاں آنکہ بود  
در بہم جوئی چو بے چو تست او  
اں زماں از مہر دو بیرون است او  
صد ہزاراں طور از جاں برتر است  
ہر چہ خواہم گفت او زان برتر است  
عجز از ان ہمراہ شد با معرفت  
کو نہ در شرح آید و سے در صفت

اس بے صفی کے مرتبہ میں کمال تو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ تمام انبیاء و اولیاء حسب مراتب آپ کے ہی خرمین سعادت کے



استقامت احوال کی دلیل استقامت افعال ہے۔ جو امر و نہی خداوندی کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعظیم سے میسر آتی ہے۔ استقامت افعال اور استقامت احوال کے بغیر کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ سالک طریقت کو ہر حالت میں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ جب تک اس سے ہو سکے۔ اپنی روش (اہل اللہ سے ادب ہے پیش آنا) اور اپنی کوشش (اللہ تعالیٰ کے کاموں میں سختی سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا) اس بات پر لگا دینا کہ میں جن لوازمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس پر عمل کروں۔ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (وہ چیز کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے) یہ کام بے حد مشکل ہے۔ فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اللہ تعالیٰ کا ذکر تو اسے یاد کرنے کی توفیق ہے۔ اور یہ ذکر اس طرح کیا جائے جیسا کہ کرنے کا حق ہے۔ جو کچھ دیکھا جائے اسے بھی جاتے حقیقت کلمہ کے سامنے تمام چیز غر اور حجاب نہیں۔ لا صرف غیر اللہ کی نفی کرتا ہے۔ دل کی نفی کرنا سلوک کے لیے شرط سالک کے وجود میں عدم تصرف کے بغیر کمال نہیں کرتا۔ عدم تصرف جذبہ الہی کے اثر اور نتیجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

وقوف قلبی اس لیے ضروری ہے کہ اس جذبہ کا اثر معلوم کیا جائے۔ یہ اثر پہلے دل میں ہوتا ہے۔ اور عدد کی رعایت سے دل ذکر ہو جاتا ہے اور دل کی تمام متفرقات جمع ہو جاتی ہیں۔ ذکر قلبی میں جب عدد اکیس سے تجاوز کرتا ہے۔ تو اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اس عمل کی بے حاصلی پر ذکر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نفی کے وقت بشریت کا وجود منفی ہو جائے۔ اور اثبات کے وقت الوہیت کے جذبات کے تصرفات کے آثار سے اثر کا مطالعہ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے مَا عِنْدَكُمْ يُنْفَذُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ اس آیت کریمہ



کے مطالب میں یوں سمجھنا چاہیے کہ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ جو اہل ایمان کے رونما ہوتے ہیں۔ اس وقت عند اللہ کہلائیں گے۔ جب حضرت خداوندی جل ذکرہ کے نگاہ قبولیت میں آئیں گے۔ یہی مقام وجود بشریت کی نفی ہونے اور عمل کے قبول ہونے کی علامت ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے۔ جب جذبہ رب الہی کے تصرف کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تمہیں توفیق مزید دے۔ اس قسم کے فوائد کی انتہا جسے اہل بصیرت روح اللہ کو نوازا گیا ہے۔ یہ ہے کہ تمام عبادات کا مقصود اور مقصد ہی ذکر خداوندی ہے۔ سعادت عظمیٰ کو وہی بہاتا ہے جو اس جہاں سے کو ترح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی انس و محبت اس پر غالب آتی ہے۔ اس کی انس و محبت کا غلبہ ذکر الہی کے دوام تعبیر نہیں ہوتا۔ مسلمان کی بنیاد حکم لا الہ الا اللہ ہے اور یہی عین ذکر خداوندی ہے۔ دوسری تمام عبادتیں اسی ذکر کی تائید میں کی جاتی ہیں۔ نماز کی روح ذکر الہی کو تازہ کرنے کا ہی نام ہے۔ ذکر الہی دل پر وارد ہو۔ جس سے اللہ کی عظمت اور ہیبت بیٹھ جاتے۔ روز سے مقصد یہ ہے کہ خواہشات انسانی میں کمی ہو جائے۔ جب دل خواہشات کے اثرات سے فارغ ہو تو صاف ہو جائے گا۔ وہ ذکر الہی کی قرار گاہ بن جائے گا۔ حج سے مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا ذکر بلند کیا جائے۔ الغرض اس کے لیے ذوق و شوق کا اظہار۔ اس کے دیدار کی تمنا۔ دنیا کا ترک کرنا۔ دنیاوی خواہشات سے دستبردار ہونا اور گناہوں سے کنارہ کشی کرنا صرف اس لیے ہوتا ہے۔ کہ انسان ذکر خداوندی کے لیے فارغ ہو۔ امر و نواہی سے مقصود بھی ذکر الہی ہے۔

حقیقت ذکر | ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ تمام چیزوں سے دل کو توڑ لیا جائے



اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں آکر کسی دوسری طرف التفات نہ کیا جائے اور دوسرا کوئی معبود تصور میں بھی نہ لایا جائے۔ صرف اسی کی اطاعت کی جائے۔ ذکر کی حقیقت کی علامت یہ ہے۔ امر و نہی کے وقت اللہ تعالیٰ کے احکام کو فراموش نہ کیا جائے۔ اور اسی کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بنیاد توبۃ النصوح کی طرح مضبوط ہونی چاہیے۔ تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے کنارہ کشی کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ذکر کی نسبت اتنی مضبوط ہونی چاہیے کہ اس کی مخالفت کا ذرہ بھرا اثر ظاہر نہ ہونے پائے۔

ذکر کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان طلب حق میں صادق رہے۔ طلب کا درد ہو۔ راہ سلوک میں اسے کوئی مانع نہ آئے۔ اور کوئی چیز اسے ذکر خداوندی سے مانع نہ ہو۔ یہاں تک کہ اسے اپنے وجود سے بھی گریزاں ہونا چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے تمام ماسوی اللہ سے روگردانی کرے۔ اور صرف ذکر خداوندی میں ہی مستغرق ہو جائے۔

سیر آمدہ ز خویش تن مے باید      بر خاستہ ز جان و تن مے باید  
در ہر گامے ہزار بند افز و نشت      نہیں گرم روی بند شکن مے باید  
شیخ عطار قدس روحہ فرماتے ہیں۔

یاد او مغز مجہ سرمایہ ہاست      ذکر او ارواح را پیرایہ ہاست  
تو زنگ خویش نندیشی مے      پر نہور نام او گوئی ہی



ذکر سے مکمل فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب شیخ کامل صاحب تصرف سے اجازت حاصل کی جائے۔ تاکہ اس ذکر حقیقی کے بیج سے جو طالب کے مستعد دل کی زمین میں ایک صاحب ولایت کی تلقین اور تصرف سے بویا گیا تھا۔ پوری طرح ثمرہ ولایت حاصل ہو۔ کلمہ کی نورانیت دل کی نورانیت کی مناسبت سے حاصل ہوتی ہے اور دل کی نورانیت خواہشات کے زائل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی بات یہ ہوتی ہے۔ کہ صفات مذمومہ کو اپنے باطن سے حتی الامکان دور کیا جائے۔ جب دل کی زمین طبیعت کے خار و خاشاک سے خالی ہو جائے۔ اور اس کام کے قابل ہو جائے

سہ صاحب تصرف۔ اولیاء اللہ صفات الہیہ کی قوت سے خلق میں تصرفات کرتے ہیں۔ مگر سب سے قابل اور سب سے وقع تصرفات ان کے ہوتے ہیں جو قلوب عالمین میں ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ ان تصرفات کے ذریعہ وہ گمراہوں کو راہ راست پر لیتے ہیں۔ بدشوقوں کو صحیح ذوق و شوق کا فیضان دیتے ہیں۔ ناقصوں کو کامل بناتے ہیں۔ جن پر جہل کی مردنی چھائی ہوئی ہو انہیں علم کی زندگی دے کر زندہ جاوید کر دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے شیخ کو محی بھی کہا جاتا ہے۔ دل درحقیقت منظر تصرفات نبی ہوتا ہے۔ اسر دلبران۔ شاہید محمد ذوقی (خواجہ عبید اللہ امامی اصغہانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلی بار اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

تو ز خود گم شد، کمال اینست و بس

تو ہاں اصلاً، وصال اینست و بس

آپ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ طائفہ علانیہ کا طریقہ توجہ اور نسبت باطنی یوں ہوا کرتی تھی کہ پہلے جس شخص سے نسبت روحانی ہو۔ اس کی صورت کو دل میں نقش کیا جائے۔ اور خیال میں اس حرارت اور کیفیت کو پیدا کرے۔ اور اس خیال کی نفی کرنے کی بجائے اسے اپنے دل میں محفوظ کرے۔ چشم و گوش اور دیگر اعضاء اسی خیال میں متوجہ طلب رہیں (نفحات الانس۔ مولانا عبد الرحمن جامی)



تو ذکر کا بیج اس میں بکھیرا جائے۔ اگر کسی صفت ذمہ میں مبتلا ہو جائے۔ تو اسے رفع کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ سب سے پہلے دل کے تصفیہ کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور ابتدائے کار میں ہی تبدیلی اخلاق میں مشغول نہیں ہو جانا چاہیے۔ جب توجہ حاصل ہو جائے۔ تو مراقبہ میں وقت گزارنا شروع کرے۔ تاکہ تصفیہ قلب حاصل ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و فیضان کی امداد سے نفس کے اخلاق کی تبدیلی سے دل کی وہ صفات میسر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ جو مگر بھر کے مجاہدے سے میسر نہیں آئیں۔ جب یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے فیضان سے حاصل ہو جائے۔ تو اعتدال پسندی اور ثواب کے طریقہ کو اختیار کرتا جائے۔ اس راستے میں جو چیز بھی رکاوٹ کا سبب بنے اسے ہٹاتا جائے۔ کیونکہ دل کی فراغت کے بغیر یہ راستہ طے نہیں ہوگا۔ جب یہ تمام امور مکمل کر لے تو ایسے شخص کی طرح ہو جائے گا جس نے طہارت کر لی ہو۔ اب اسے امام کی اقتدار کی ضرورت



ہے جس کی اقتدار کرتا ہے وہی پر راہ طریقت ہوگا۔ اور کامل صاحب تصرف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ خفیہ ہے اور شیطانی راہیں عام طور پر اللہ کی راہوں سے مل جاتی ہیں مگر اللہ کا راستہ تو ایک ہی ہے۔ اور باطل کی راہیں ہزار ہا ہیں قَدْ تَتَّبِعُوا النَّبِيلَ فَغَدَقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

نہایت ممکن در رہ عشق اے پسر  
 رو بروں بے زان دلیل و راہبر  
 رو بجو یار خدائی را تو زود  
 چوں چنین کردی خدایار تو بود  
 گرز تنہائی چوناہیدی شوی  
 زیر ظل یار خورشیدی شوی  
 دانکہ در خلوت نظر برد و خلست  
 آخر آنرا ہم زیار آموختست  
 خلوت از اغیار باید زیار  
 پوستیں بہروی آمدنے بہار  
 یار آئینہ است جانرا در حزن  
 در رخ آئینہ اے جاں دم وزن  
 تانپوشد روی خود را از دمت  
 دم فرو خوردن باید ہر دمت  
 ترجمہ: بیار! راہ عشق میں یہ ممکن نہیں کہ راہبر یا دلیل کے بغیر سفر طے کیا جائے۔ اس راستہ میں کسی ولی اللہ کی تلاش ضروری ہے۔ جب ولی اللہ مل جائے تو تم خدا سے رسائی حاصل کر لو گے۔ اگر تم تنہا رہ جاؤ اور اپنے محبوب کے آفتاب کے سایہ میں ہو جاؤ جس نے خلوت میں نگاہیں سی دی ہیں تو اسے دوست سے سبق بھی ملے گا۔ غم و اندوہ میں یار کا تصور آئینہ بن جاتا ہے۔ آئینے کے سامنے دم نہیں مارا جاتا۔ جب ہمک اپنے چہرے کو تیرے دم سے ترقوازہ نہیں کرے گا تو اپنا دم ہمیشہ نیچے بٹا ہوا پائے گا۔

کلام مجید میں آیا ہے اَتَّبِعُوا قُلُوبُكُمْ مَعَ الْعَادِقِينَ

گر نتوانی ز خود بریدن در پہلوئے پہلوان ماباش  
 اسی ضمن میں ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔ دائیں پہلو بیٹھو تاکہ دل میں جگہ پا سکو



بائیں پہلو میں بیٹھ کر کیا حاصل کر سکیں گے۔ جب اس کی صحبت کی سعادت اپنا اثر ڈالتی ہے۔ تو اپنا تصرف تسلط کرتی ہے۔ اس کے بالین میں پھر کسی دوسری چیز کا تصرف نہیں رہتا۔ اپنے تمام امور اور افعال اسی پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ اور وہ اس حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے کہ اس کا فائدہ خطر میں نہیں ہوتا بلکہ ثواب میں ہوتا ہے۔ اگرچہ اسے اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ اہل اللہ سے مشورہ کرنے اور نیک لوگوں سے نصیحت حاصل کرنے کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر آخر کار اس معاملہ میں وجہ صواب ظاہر ہو جائے۔ تو کم از کم تمہارا وجود تو درمیان میں نہیں ہوگا۔ اگر اس کے خلاف بھی نتیجہ برآمد ہوگا تو پھر بھی تمہارا وجود درمیان میں نہیں ہوگا

مشائخ طریقت قدس سرہ نے تمام اذکار میں سے لا الہ الا اللہ کے ذکر کو اختیار فرمایا ہے۔ حدیث نبوی میں بھی ایسا ہی آیا ہے اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس کلمہ پاک کی صورت نفی اور اثبات سے مرکب ہے۔ جو حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور پھر حضرت حق سبحانہ کی راہ دکھاتی ہے۔ یہ راہنمائی اسی کلمے سے ہی ملتی ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کے لیے پردہ اُن کی بھول کا نتیجہ ہے۔ اور حجاب کی صورت میں دل میں کوئی صورتوں کا نقش ہوتا ہے۔ اس نقش میں حق کی نفی اور غیر کے اثبات نمایاں ہوتے ہیں جس طرح الْمُعَالِجَةُ بِالْأَضْدَادِ ایک مفید طریقہ علاج ہے۔ کلمہ توحید نفی ماسوی اللہ ضروری ہے اور اثبات حق سبحانہ تعالیٰ اسی نفی سے واضح ہوتا ہے۔ شرک خفی سے نجات اسی کلمہ پر ملازمت اور مداومت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ذکر ایسا ہونا چاہیے جو نفی اور وجود کی جملہ محدثات کو فنا اور ناخواستن کی نگاہ سے مطالعہ کرے۔ اور ذکر کی حقیقت پر غور کرے اور نفی خواطر کرے۔ اثبات کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے وجود قدیم کو بقا کی نظر سے اپنا مقصود مطلوب۔ اور



محبوب جانے۔ ہر ذکر میں اول و آخر حاضر رہے۔ اور جس چیز کے ساتھ دل کو دلچسپی پیدا ہو۔ اس کی نفی کرے اور نفی سے ہی اس تعلق اور دلچسپی کو باطل کرے۔ اور اثباتِ محبت سے حق کو اس محبت کے قائم مقام رکھے۔ تاکہ دل آہستہ آہستہ تمام محبوب اور مرغوب چیزوں سے فارغ ہو جائے۔ اور ذکر کی ہستی ذکر کر کے نور میں تحلیل ہوتی جائے اور بشریت کے وجود کے تمام علائق اور عوائل اٹھ جائیں۔

خواجگانِ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے وقت نفس کو دور رکھنا آثارِ سلطیف کے ظہور کی علامت ہوتی ہے۔ یہ بات شرحِ صدر کے لیے مفید ہے اور اطمینانِ قلب کی دولت بخشی ہے۔ نفی خواطر میں نفس کو اس کی خواہشات سے محروم کرنا حلاوتِ عظیم کے وجدان کا سبب ہے۔ اور ذکر سے اس کے علاوہ بہت فوائد میسر آتے ہیں۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ ذکر کے معاملہ میں نفس کو دور رکھنے کو ضروری خیال نہیں کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی وہ عدد کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن وقوفِ قلبی کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ اور اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ غرضیکہ ذکر سے مقصود تو وقوفِ قلبی ہوتا ہے اور فنا کی نظر سے تمام مکونات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اور بقا کی نظر سے وجودِ قدیم خا سبحانہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس بات پر قائم رہنے سے توحید کی حقیقت ذکر کے دل میں قائم ہوتی ہے اور اس کی چشمِ بصیرت کھلتی ہے۔ اسے شریعہ عقل اور توحید کے درمیان کوئی تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ اس مقام میں ذکرِ دل کی لازمی صفت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ ذکر کی حقیقت دل کی گہرائی کے جوہر کے ساتھ یک جان ہو جاتی ہے۔ اور غیر حق کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ ذکرِ ذکر میں اور ذکرِ مذکور میں فانی ہو جاتا ہے۔ جو دل کی بارگاہِ اغیار کی رحمت سے خالی ہو جاتی ہے اور لَا یَسْغُنِ اَرْضَی وَلَا یَسْمَافَ وَلَکِن



يَسْعِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ كِي حَدِيثِ كِي روشنی میں اِلَّا اللّٰہ کے بادشاہ کا  
 جمال اپنی تجلی دکھاتا ہے اُذْکُرْکُم کے وعدہ کے ساتھ حرف اور صوت کے لباس  
 سے مجروح ہو جاتا ہے۔ اور کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ کی خاصیت ظاہر ہو جاتی  
 ہے۔ روح کا ذکر ذکر کے روح و وجود کے ساتھ اُذْکُرْکُم کے بحرِ ناپید اکنار میں  
 غرق ہو جاتا ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است      پاکی دل و ذکر پیران است  
 چوں تو فانی شوی ز ذکر بہ ذکر      ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است  
 یاد کرد۔ بازگشت۔ یادداشت۔ ذکر لسانی  
 اور قلبی اور نگہداشت سے مقصود یہ ہے کہ  
نقشبندیہ کی گیارہ شرائط  
 مراقبہ خاطر کو قائم رکھا جائے۔ یادداشت سے مراد مشاہدہ ہے۔ اور فانی ہونے کا دوا  
 نام ہے۔ حقیقت میں یہی ذکر خفیہ ہے۔ زبانی ذکر اور قلبی ذکر تو ایک قسم کی الف۔  
 باکی تعلیم کے مترادف ہے۔ تاکہ سالک کو پڑھنے یا ذکر کرنے کا ملکہ حاصل ہو سکے  
 اگر استاد کامل ہو۔ اور طالب میں طلب صادق اور قابلیت دیکھے گا۔ ہو سکتا ہے  
 کہ وہ پہلے ہی قدم پر اسے پڑھنے کے قابل بنا دے اور اسے یادداشت کے طور پر  
 پہنچا دے۔ اور اسے الف۔ باکی مشقوں کی زحمت سے محفوظ رکھے۔ لیکن طالب علم

اکابر نقشبندیہ کے ہاں گیارہ شرائط ذکر و فکر کو نہایت اہم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان  
 گیارہ سے مندرجہ ذیل شرائط تمام نقشبندیوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ہوشِ دوام۔ نظرِ بر قدم  
 سفرِ در وطن۔ خلوتِ در انجمن۔ یاد کرد۔ بازگشت۔ نگاہداشت۔ یادداشت۔ وقوف  
 زمانی۔ وقوف عددی اور وقوف قلبی۔



کی کثرت ایسی ہے کہ انہیں ذکر زبانی اور ذکر قلبی سے پہلے یادداشت کی طرف راہنمائی کرنا ایسے ہی ہے۔ جیسے کسی بے پرو پرندے کو اڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ اور اسے مجبور کیا جائے کہ اڑو۔ اور لب بام اڑ کر بیٹھو۔

ماہ ہر می پریم سوتے فلک	زائکہ عرشیت اصل جو ہر ما
سکان فلک بنجور کنند	از صفات خویش و معیر ما
دلبر ما شد دست دلبر ما	گل ما بے حدست شکر ما
ما ہمیشہ میان گل شکریم	زاں دل با قوی است در بر ما
زہرہ دارد حوادث طلبی	کہ بگر دو بگر و شکر ما
ذره ہاتے ہوا پذیرد روح	از دم عشق روح پرور ما

بزرگوں نے کہا ہے:

حَقِيقَةُ الذِّكْرِ عِبَارَةٌ عَنْ تَجَلِّيَةِ مُبْحَاثِهِ لِذَاتِهِ بِذَاتِهِ  
مِنْ حَيْثُ الْأَسْمَاءُ الْمُتَكَلِّمَةُ اِظْهَارَ الصِّفَاتِ الْكَمَالِيَّةِ وَقَصْدًا بِالنَّوْءِ  
الْجَمَالِيَّةِ وَالْجَدَلِيَّةِ ط

شُرک خفی کے بغیر اب ذکر میسر ہوگا۔ اور شہدائے اللہ اُنہ لآلہ اِلَہُو  
کی آیت کریمہ کا راز اب آشکار ہوگا۔

تماز خود بشنود نہ از من و تو بَلَمَنِ الْمُلْكُ وَاحِدَقَهَا  
اگرچہ بدایت فطرت میں ہی روز ازل سے روح نے اللہ تعالیٰ کو یگانگت  
سے جان لیا تھا۔ مگر یگانگت سے پہچان نہ سکا تھا۔ کیونکہ پہچان (معرفت) تو  
شہود سے پیدا ہوتی ہے اور شہود وجود سے درست نہیں ہوتا۔ کیونکہ شہود تو وجود  
کی ضد ہے۔ جب روح کا وجود ظاہر ہوا تو اس کا عین وجود کی دوزنگی ثابت ہو گئی۔  
اس نکتہ کی تشریح نہایت تفصیل طلب ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ ہمارے



خواجہ قدس سرہ نے جس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اسی چیز سے ظاہر ہوتا ہے اور اذکر کم کے معانی اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کے یاد کرنے کی توفیق ہے۔ اور وہ مراتب حاصل ہوتے ہیں جو ذکر کا تہرہ ہیں۔ یعنی زباں کا ذکر۔ دل کا ذکر۔ روح کا ذکر۔ راز کا ذکر۔ ذکر خفی بل ہی روحانی اور جسمانی عالم کا واسطہ ہے۔ روح دل اور ہر کے دونوں عالموں کے درمیان واسطہ ہے۔ اور اہل اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک تو دل کے مقام سے بھی بلند تر ہے۔ لیکن روح کے مقام سے فروتر ہے۔ حقیقت میں ہر عین روح اور دل ہے۔ اور انتہائی مقام ہے۔ روح اور دل ہر ایک جب اپنے اپنے مقام کی انتہائی بلندیوں کے متجلی ہوتے ہیں۔ اور ان سے جو عجیب و لطیف صورت نمودار ہوتی ہے وہ ہر ہے۔ دل اور روح کی انتہائی منزل جس کا ذکر کیا جاسکے۔ کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔

خفی روح وہ خاص مقام ہے جو صرف خاصان حضرت سبحانہ کو ہی نصیب ہوتا ہے قَائِدُ دَبْرُو جَمِیْنُ یہ صورت عالم صفات خداوندی کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ شہر کے درمیان اور اس کے واسطہ سے صفات الوہیت کے عالم کو پایا جاسکتا ہے

ۛ رستم را ہم بخش رستم کشند

لَا يَجْمَدُ عَطَايَا الْمَلِكِ إِلَّا عَطَايَا الْمَلِكِ

خلفائے خانوادہ خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق

قدس سرہ نے اس حقیقت کی طرف

حقیقت ذکر خفیہ اور مرتبہ خفی

اشارہ فرمایا ہے کہ جب تک وجود روحانیت باقی ہے۔ اور وہ مرتبہ فنا تک نہیں پہنچتا اس وقت تک حقیقی طور پر خفیہ ذکر نہیں ہو سکتا۔ اکابرین کا یہ قول کہ لَا يَطْلَعُ



عَلَيْهِ فَلَا تَفْكَ فَيَكْسَهُ وَلَا نَفْسٌ فَتُغْجَبُ بِهٖ اِیسی حقیقت کو واضح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ جب فنا کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت اس کا باطن نفع میں کامل ہو جاتا ہے۔ اور اثبات کے بغیر کوئی چیز نہیں رہتی۔ اور اس کا ذکر اللہ ہوتا ہے۔ اس وقت کلمہ کی حقیقت اور اس کا سر حاصل ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ اس سلسلہ میں بہت کچھ فرمایا کرتے تھے۔

حَقِيقَةُ الذِّكْرِ الْخَدُّوْجُ عَنْ مَیْدَانِ الْغَفْلَةِ اِلَى فِصَادِ الْمُتَلَقِّ

ترجمہ: ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ میدانِ غفلت سے نکل کر فضائے مشاہدہ میں پرواز کیا جائے (مشاہدہ تجلی ذات میں ہوتا ہے۔ اور مکاشفہ تجلی صفات میں اور محافروہ تجلی افعال میں ہوتا ہے۔ لسانی ذکر سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمام روحانی و جسمانی قوی کی توجہ مبذول ہو۔ اور نفی خاطر میسر ہو۔ اسی مکمل توجہ اور ذکر لسانی پر مداومت سے ذکر دل میں اتر جاتا ہے۔ اور زبان کے الفاظ دل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ذکر قلبی کی ہمیشگی سے انوارِ الہیہ سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے۔ جو انسان کے باطن کو تجلیات صفاتی اور آسمانی کا منظر بنادیتا ہے۔ اور پھر اسے تجلیات ذات کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق

ذکر کے مراتب اور درجات کا کمال یہ ہے کہ مذکور دل پر طاری ہو جائے۔ اور مذکور ہی رہ جائے۔ اور بس۔ اور دل کے ساتھ ہی آشنائی اور دوستی ہو جائے۔ دل کی دوستی اور دوست کے ذکر میں فرق نہ رہے۔ جسے دل کی دوستی میسر آجاتی ہے اسے محبتِ مفرطہ کا نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسی کیفیت کا نام عشق ہے۔ عاتق گرم رو ہوتا ہے۔ اور اس کی دوستی معشوق پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ معشوق میں محویت کی وجہ سے معشوق کا نام بھی فراموش ہو جاتا ہے۔ جب یہ مقام استغراق آجائے۔ تو اپنے وجود کو اور دوسری اشیاء کو جزوِ



خداوندی کے فراموش کر دیتا ہے پھر وہ اس معنی کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔ واذکر  
 رَبَّكَ إِذَا أَنْسَيْتَ يَعْنِي إِذَا أَنْسَيْتَ غَيْرَكَ وَلَنْسَيْتَ نَفْسَكَ لِأَنَّ تَحَقُّقَ  
 الْمَذْكُورِ وَشُهُودَهُ يُوجِبُ لَفْظُ الْغَيْرِيَّةِ فَابْتِثَاتُ الْغَيْرِيَّةِ  
 جب وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ اپنے آپ کو اور دوسری تمام چیزوں کو  
 بھول جاتا ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اس حالت کو  
 کو فنا اور نیستی کہا جائے گا۔ اور یہی سرائی اللہ کا انتہائی درجہ ہوگا۔ اب وہ تصوف  
 کی پہلی منزل عالم توحید اور واحدانیت کا پہلا قدم اور درجات خاصہ کا آغاز ہوگا  
 اسی لیے فرمایا گیا ہے

صِفَتِ مَحَارِجِ فَلَکَ اِبْنِ نِیْسَی عَاشِقًا رَاغِبًا وَدِیْنِ نِیْسَی  
 بِحِجْکِ رَا تَا نَکَرْدَد اَوْفَا نِیْسَی رَہ دَر بَار گاہِ کَبِریَا

اس وقت عالم ملکوت کی صورت اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ انبیاء کرام کے  
 ارواح اور جو ملائکہ کے جواہر علیہم السلام پاکیزہ صورتوں میں نظر آنے لگتے  
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کے خاص حضرات بظاہر ہونے لگتے ہیں۔ احوال عظیم ظہور  
 ہونا شروع ہوتے ہیں کہ انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہر مقام پر ایک نئی چیز ظاہر  
 ہونے لگتی ہے۔ اس کیفیت کو بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ راستہ چلنے  
 کے لیے ہے کہنے کے لیے نہیں ہے۔

اہل اللہ اس قسم کی باتوں کو تشریح اور تفصیل بیان کرنے سے یہ مقصد لیتے  
 ہیں کہ سالک کو انتباہ اور شوق و ذوق کا سامان مہیا کیا جائے۔ اگر کوئی شخص ذکر  
 کے اس مقام یا درجہ کو نہ پہنچ سکے۔ تو اس کے احوال اور مکاشفات ظاہر نہیں  
 ہوتے۔ لیکن اس پر ذکر کا غلبہ رہتا ہے۔ اور اس کے دل میں جانشین ہو جاتا



کلمہ توحید کے معانی | کلمہ توحید کے معانی بیان کرنے کے لیے حروف و

الفاظ نہیں ہیں۔ نہ عربی میں نہ فارسی میں۔ یہ دل پر غالب آتے ہیں۔ اور دل اس کے ذکر اور معانی سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دل کو دوسرے کسی کام کی طرف راغب کرنے کے لیے تکلیف دینا پڑتی ہے۔ یہ ایک مہرِ عظیم ہے۔ جب دل ذکر کے نور سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو اسے کمال سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسی سعادت جو اس جہاں میں میسر نہیں ہو سکتی صرف اسی جہاں میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب دل دنیا کے وسوسوں سے خالی ہو جاتا ہے۔ ذکر کا بیج اس میں امانت رکھا جاتا ہے۔ اب ایسی کوئی قوت نہیں رہتی جو اختیار سے تعلق رکھ سکے۔ اختیار کی حدیں تو یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس مقام پر انتظار کرنا چاہیے کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا بیج کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَظًّا الْأَخِرَةَ نَزِدْ لَهُ فِي حَظِّهِ۔

ہمیشہ ذکر کرنا عجائبات ملکوت کی کنجی ہے۔ اس سے قرب الہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ ہمیشہ ذکر سے مراد یہی نہیں جو زبان یا دل پر جاری رہے۔ بلکہ یوں ہمیشہ لازم اور دل نشین رہے۔ دل کو عداوتِ خلق سے صاف کر دیا گیا ہو۔ مخلوقات کے ذکر سے فارغ کر دیا گیا ہو۔ ماضی اور مستقبل کے اذکار سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ محسوسات کے تمام مشاغلِ غصہ۔ بداخلاقی۔ دنیا کی خواہشات۔ دنیا کی طلب۔ غریبیکہ ہر چیز سے مبرا کر دیا گیا ہو۔ صرف حق تعالیٰ سے تعلق رہے۔ ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ کیونکہ حقیقت ذکر غفلت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ اور کچھ کہنا بھی نفس کی بات ہوتی ہے جو ذکر کی حقیقت کے لیے حجاب اور پوست بن کر رہ جاتا ہے۔

مراقبہ | ہمیشہ مراقبہ میں رہنا ایک بہت بڑی دولت ہے۔ مراقبہ کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی موافقت کی جائے



یہ بات نہایت مشکل ہے کہ دل کو ہمیشہ ایک ہی حالت یا ایک ہی صفت پر رکھا جائے مراقبہ پر مداومت اختیار کرنا حقائق کو پالینا ہے۔ مراقبہ پر مداومت اس وقت تک میسر نہیں آتی جب تک قطع علائق دنیا۔ مخالفت نفس پر صبر اور ایثار کی صحبت سے مکمل پرہیز نہ کیا جائے۔

شیخ بزرگوار شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں بتدی کو چاہیے کہ فرائض اور سنن کو مختصر کرے۔ اور دوسرے اوقات ذکر الہی میں گزارے متوسط کے لیے ضروری ہے کہ فرائض اور سنن کی ادائیگی کے بعد تلاوت قرآن پاک کرتا رہے۔ وہ خاصیت جو بتدیوں کو ہمیشہ ذکر سے میسر آتی ہے۔ متوسطین کو تلاوت قرآن پاک سے حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے زائد کسی فائدہ حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کی مختلف المعانی آیات کی تلاوت سے صفات مختلفہ کی تجلیات حاصل ہوتی ہیں۔ دقائق مفہوم اور حقائق علوم نمایاں ہوتے ہیں۔ بہت ہی حضرات کے لیے جن کے لیے ذکر کا نور ان کی ذاتی صفت بن چکی ہے۔ کامل تر عمل نہایت ہے۔ کیونکہ یہ عبادت تامہ اور جامعہ ہے۔

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ حضرت ثقیان ثوری رحمہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس نقل کو اپنی سند سے مستند بناتے ہیں۔

سَمِعْنَا أَن قَدَاءَةَ الْقُرْآنِ أَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ لِمَنْ سَمِعَ۔ کہ تلاوت قرآن پاک ذکر سے افضل ہے، اس بات کو اور قوی کرنے کے لیے آپ نے فرمایا ہے۔ اور کیا غواہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی کی زبان سے کرنا بدرجہا افضل ہے۔ ان الفاظ سے جن سے ہم اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ فَإِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يُخْلَقْ مُنْذُ نَزَلَ إِلَى الْعِبَادَةِ وَلَا يُخْلَقُ وَلَا يَتَدَلَّسُ فَهُوَ عَلَى طَرَاتِهِ وَطَيِّبِهِ وَطَهَارَاتِهِ وَلَهُ كِسْوَةٌ مِنْ عِلْمِهِ بَرِيَّةٍ



وَالَّذِي يَذْكُرُ الْعَبْدُ مُبْتَدِعًا مِنْ تِلْقَاءِ قَلْبِهِ بِرَأْيِهِ  
لَمْ يَسُدَّ قَلْبَهُ إِلَى نُورٍ عَظِيمٍ لَا يُقْبَلُ بِحِجَابِ الْمُتَحَكِّمِ وَمَا لَمْ يَحْزَنْ  
وَحَدَّ

اگر کوئی شخص قرآن کے معانی نہیں جانتا۔ اسے چاہیے کہ دل کو تلاوت کرتے  
وقت قرآن کی آیات پر مذکور رکھے۔ اور کوشش کرے کہ نفس کے دوسواں اسے  
ادھر ادھر نہ لے جائیں۔ دل نورِ عظیم اور توقیر سے آراستہ رکھے۔ اور اس کے دل  
میں عظمتِ قرآن طاری رہے۔ کیونکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس  
کی صفت ہے۔ اور پھر قدیم ہے۔ اگر ان حروف کے معانی کی حقیقت ظاہر  
ہو جائے۔ سات زمین اور سات آسمان اس کی تجلی کی تاب نہیں لاسکیں گے۔  
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خدا سے تعالیٰ کو خواب میں

دیکھا۔ میں نے دریافت کیا یا اللہ !  
یا اللہ ! تیرا تقرب کس چیز سے حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا : میرے کلام پاک قرآن سے۔  
میں نے پوچھا : اگر اس کے معانی سمجھے یا نہ !

فرمایا : اگر سمجھے یا نہ !!

اکابرین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک دوائی  
پی لیتا ہے۔ اور اسے اس بات کا علم نہ ہو۔ کہ کون سی دوائی ہے۔ تاہم اس پر  
اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اسی طرح قرآن کا اثر بہر حال ہوتا ہے۔ قرآن کا ایک ایک  
حرف ایک پہاڑ کی مانند ہے۔ جو انسانی وجود پر گرتا ہے۔ اور اسے فنا کر کے رکھ دیتا  
ہے۔ بشریت کے تمام آثار مٹا دیتا ہے۔ جب قرآن پاک کا نور دل کے نور سے ملتا  
ہے۔ تو نورانیت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بشریت کا وجود زیادہ متلاشی ہوتا ہے۔



خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت قرآن پاک کا تمام وظیفہ (۱) سورہ فاتحہ (۲) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (۳) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۴) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۵) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۶) خاتمہ سورہ حشر (۷) خاتمہ سورہ بقرہ میں ہے۔ دن کے وقت سورہ یسین کافی ہے۔ حضرت عزیزناں خواجہ راہتی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں جس وقت تین دل جمع ہو جائیں۔ تو بندہ مومن کے کام بن جاتے ہیں۔ دل قرآن۔ دل بندہ مومن۔ اور دل شب۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی امام ربانی قدس اللہ روحہ کہ ہمارے خواجگان نقشبند کا سلسلہ آپ کی ذات تک پہنچتا ہے۔ اس طرح فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ شب و روز لا الہ الا اللہ میں مستغرق رہے۔ خواب و بیداری میں یہی کلمہ کہتا رہے۔ نوافل۔ دوسرے اذکار اور تسبیحات کو بے شک ترک کر دے۔ اور اسی کلمہ پر اکتفا و اختصار کرے۔ کیونکہ جہاں علم لدنی ہوتا ہے۔ حکمت الہی میسر ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر نفل کی رحمت کیا معنی رکھتی ہے۔ ہر دن۔ ہر رات بلکہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ یوں محسوس کرے کہ لا الہ الا اللہ میں ہی مسلمان کا نور ہے۔ نماز فرض اور سنت کے علاوہ لا الہ الا اللہ کو ہی ضروری اور لازم جانے۔ اس کے علاوہ تمام چیزوں کو مصیبت اور مشقت سمجھے۔ کائنات کے تمام خطرات اور اندیشوں سے خالی ہو جائے۔ اور صرف ذکر لا الہ الا اللہ سے ہی تعلق رکھے۔ ہر حالت اور ہر ساعت میں اسی کو در زبان بنائے مخلوق کے تعلقات کے قطع کرنے کے لیے اذکار ظاہری و باطنی سے آنا کامل تر، شافی تر اور موثر متھیار نہیں ہے جتنا کہ ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

شیخ شہید شیخ محمد والدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں: اِتَّفَقَ



الْمُشَاطِئُ قَدْ مَنَّ اللَّهُ أَمَّا قَوْلُهُمْ عَلَى أَنَّ الْمُرِيدَ مَا لَمْ يَكُنْ  
 طَرِيقَ لَدَائِلِهِ إِلَّا اللَّهُ مَدَّتْ قَرِيبَةً بِأَنَّهُ بَعِيْنُ سَنَةٍ لَا يَفْعَلُ إِلَى  
 حَقِيقَةِ لَدَائِلِهِ إِلَّا اللَّهُ

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں جو شخص  
 ہمیشہ دولتِ ایمان طلب کرتا رہے۔ اسے چاہیے ہر حالت اور ہر کام میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 کے ذکر کی عادت ڈال لے۔ وہ شرکِ خفی کی سیاہیوں کو اسی کلمہ سے دور کرتا جاتے  
 گا۔ اور نورِ ایمان سے دل کو تازہ کرتا جاتے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں۔ جَدِّدُوا آيْمَانَكُمْ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (الحديث)

اہلِ تلوین کا مرتبہ ندما کا سامرتبہ ہوتا ہے۔ جب تک انہیں بے اختیار کر کے  
 دربارِ سلطنت میں نہ لایا جائے باریابی نہیں پاسکتے۔ اہل تمکین کا مرتبہ وزیر کا سا  
 ہوتا ہے۔ کہ دربارِ سلطنت میں وہ نائبِ مناب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملک کے

سے اہلِ تلوین مقامِ طلب پر فائز بزرگوں کو کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر کئی حالتیں آتی  
 ہیں اور جاتی ہیں۔ اور انسان مغلوبِ الحال ہو جاتا ہے۔

گئے گریاں گئے خداں گئے حیراں گئے نالاں

بجز اس شغلِ یک لحظہ نبوے روزگارِ من

اہلِ تمکین وہ بزرگ ہیں جو مقامِ رسوخ اور استقراء پر فائز ہوتے ہیں۔ اور سالک صاحب

مقام ہوتا ہے مغلوبِ الحال نہیں ہوتا۔

مردماں درمن وبے ہوشی من حیرانند من دران کس کہ ترابند و حیراں شود

زنانِ مصر دیدارِ جمالِ یوسفی کے وقت اہلِ تلوین میں سے تھیں جو مغلوبِ الحال ہو کر اپنے ہاتھ کاٹتی

چلی گئیں۔ اور ہوش کھوٹی گئیں۔ مگر زلیخا مقامِ تلوین پر فائز تھیں جمالِ یوسفی کی مہر تھیں اور مشاہدہ جمال

کے باوجود مغلوبِ الحال نہیں ہوئیں۔ (مترجم)



تصرف میں صاحب اختیار اور مطلق العنان ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہل تمکین زوالِ عہدہ سے خبر ہوتے ہیں۔ وہ جس وقت چاہتے ہیں۔ اپنے اختیار ایک صفت سے دوسری صفت اور ایک حالت سے دوسری حالت پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اہل تمکین کو بھی بعض اوقات ملوینی کیفیت اور احوال سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان میں یہ فرق ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی احوال پر غالب رہتے ہیں۔ اور ان کا پورا پورا تصرف ہوتا ہے۔ اور ان احوال اور کیفیات کو چھپانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

اہل اللہ میں سے ایک طائفہ نے کہا ہے کہ وعید سے مقصود خوف دلانا ہوتا ہے۔ یہ بات ان سے اس وقت صادر ہوتی ہے جب الطاف ربوبیت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یا جس وقت ان کے حال پر تصرف اور غلبہ کا زور ہوتا ہے۔ مگر اہل اللہ سے وہ طائفہ جو اپنے باطنی احوال پر متصرف ہوتے ہیں۔ وہ احوال کو میزانِ شرع سے تولتے ہیں۔ اگر شریعت کے قانون کے مطابق ہوں تو ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور ان کا اظہار کرتے ہیں۔ ورنہ ان پر اعتماد نہیں کرتے۔

اکابرین میں ایک بزرگ نے فرمایا ہے: لَا أَقْبِلُ مِنْ قَلْبِي إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ عَدْلَيْنِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ (میرادل اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتا جب تک دو شاہد عادل گواہی نہ دیں وہ ہیں کتاب اور سنت)

جس شام کو عبد اللہ بخندی ہمارے ساتھ آئے تھے۔ اس خواب کے بارہ سال بعد جو خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس سرہ نے ترمذ میں دیکھا تھا۔ اس خواب کے وقت آپ نے انہیں فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو تشویش میں نہ ڈالو۔ یہ وقت ان چہروں کے ظہور کا نہیں ہے۔ جو تم طلب کرتے ہو یہ خواب بخارا میں بارہ سال بعد رونما ہوگا۔ تم فلاں شخص کی صحبت میں پہنچو گے۔ انہوں نے اپنا سارا خواب خود ہی سنا دیا۔ اور وہ چیزیں طلب کیں جو اس



نواب میں طلب کی تھیں۔

پھر اسی رات خواب میں دکھائی دیا کہ مجھے کہیں لیجا یا گیا ہے اور ایک خزانہ میں لارکھا ہے۔ اس خزانے کے کمرہ میں ایک بہت بڑا دیرپچہ ہے جس پر زنجیر لگی ہوئی ہے۔ اور اس پر ایک قفل لگا ہوا ہے میرے پاس ایک چابی لائی گئی اور مجھے دیکر اشارہ کیا گیا کہ قفل کھولیں میرے دل میں یاد آئے کہ قفل میں نے ابھی بھٹوڑا سا کھولا تھا۔ تو ایک بڑا سا شعلہ نمودار ہوا۔ میں نے دل ہی میں کہا۔ اگر میں سارا دروازہ کھول دیتا تو کسی کو ان شعلوں کی تاب کی مجال نہ تھی۔ چابی تو میرے پاس ہے۔ مجھے اختیار بھی دیا گیا۔ جس وقت چاہوں گا۔ کھول لوں گا۔

اہل تمکین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ لوگ تصرف احوال کے ملک سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی بصیرت کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے ہوتے ہیں۔ اسباب میں سے کوئی سبب بھی ان کی حالت میں تبدیل یا کمزوری نہیں لا سکتا۔ کائنات کی کوئی چیز مشاہدہ محبوب اور محبت معشوق کے شیرے جدا نہیں کر سکتی۔ وہ مخلوق سے اختلاط اور ان کے احوال کے مشاہدے سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کی حالت میں کوئی تغیر یا تبدل رونما نہیں ہوتا۔

ہم اوپر اہل ملوین اور اہل تمکین کو ندما اور وزیر سے تشبیہ دے آئے ہیں۔ اب ہم ولی عزالت اور ولی عشرت کو بھی ندیم اور وزیر سے تشبیہ دیں گے۔ ولی عزالت اپنے حال کی نسبت سے اشرف ہوتا ہے۔ مگر ولی عشرت حسب حال ہونے کی وجہ سے افضل ہوتا ہے۔

ایسے ملک مقرب انسان کامل سے اشرف ہوتا ہے اور انسان کامل اس سے افضل اور اکمل ہوتا ہے۔ حدیث قدسی صحیحہ میں وارد ہے:

وَإِنْ دَكَّرْتَنِي فِي مَلَايِدَ دَكَّرْتُ فِي مَلَايِدَ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔ اسی حدیث

قدسی میں ولی عزالت کی تعریف میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں إِنَّ مَنْ أَخْبَطَ أَقْبِلَانِ



## مندی مومن خفیف

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کی گئی ہے،  
 اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَّيْسُوْا بِاَنْبِيَاۡءٍ وَلَا كُنْ يَغِيْبُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاۗءُ  
 بِقُدْرَتِهِمْ وَكَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَللّٰهُ تَعَالٰى وَلَقَدْ تَمَنّٰى اِنَّا عَشَدُّ  
 نَبِيَّآئِهِمْ كَانُوْا مِنْ اُمَّتِيْ

دوسری احادیث میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان احادیث  
 میں بعض خواص ملک کی فضیلت خواص بشر پر ہے۔ اور ایسے ہی بعض اولیاء اللہ کی  
 فضیلت نبیوں پر آئی ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے اور اس شبہ کی تحقیق کا جواب  
 یہی ہے کہ شرفِ حال اور فضیلت و کمال کے درمیان فرق کو معلوم کر لیا جائے۔  
 اہل اللہ کے طریقے کئی قسموں پر ہوتے ہیں۔ بعض نے رخصت پر عمل کیا ہے  
 انہیں اس رخصت سے مقصود یہ ہے کہ وہ خلق کو فائدہ پہنچائیں اور اپنی ذات کے  
 لیے کچھ نہ کریں۔ بعض نے عزیمت پر عمل کیا ہے۔ ان کا مقصد بھی نفعِ خلق ہی ہوتا ہے  
 اور اپنی ذات سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ لیکن عمل میں مخلوقات کو نفع دینا عزیمت سے زیادہ  
 بلند رتبہ ہے۔ اس میں مکمل ظہور تمام خطرات سے دور رہتا ہے۔ تمام کام میں مصروف  
 ہیں۔ ہماری مراد اس درخت کی مثال ہے۔ جو درخت بلا فائدہ نہیں ہوتا۔ ہا تو میوہ  
 دیتا ہے۔ خواہ میوے کے مختلف مزے ہوں۔ یا وہ درخت سایہ بہم پہنچائے گا۔ اور  
 لوگ اس کے سایہ میں آرام پائیں گے۔ اگر سایہ میں بھی نہ آئیں تو اس کے حسن و طراوت  
 سے آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

ہر کس بدرت در آرزوے دیگر اند اندر یک و بوئے جنت وجود دیگر اند  
 گرچہ کس رایج کار و بار نیست جملہ در کارند و کس بے کار نیست  
 اہل اللہ کے وجود کا کمال مخلوقات کی عقیدت سے بلند تر ہوتا ہے۔ مخلوقات کی



حقیقت بسا اوقات ان کے لیے بارِ خاطر بن جاتی ہے۔ اس عقیدت اور اظہارِ کمال سے اہل اللہ کا مقصود مخلوق کے وجود کی تربیت ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا بوجھ تو دوسرے کے فائدے کے لیے اٹھاتے رہتے ہیں۔ باطن میں اپنے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اس تربیت اور ان کے وجود کے فائدے سے ظاہر آتو نقصان وہ امر ہوتے ہیں۔ لیکن باطنی نگاہ میں انہیں فائدہ رسانی مقصود ہوتی ہے۔ دعائیں ایسی ہیں۔

اللَّهُمَّ لَا تَحْدِثْ لِي عَذَابًا ظَاهِرًا إِلَّا أَخَذْتُ بِإِيْذِكَ بَاطِنَةً  
بِقُدْرِكَ وَلَا تَرْفَعْنِي عِنْدَ النَّاسِ دَرَجَةً إِلَّا خَطَطَنِي عِنْدَ نَفْسِي  
مِثْلَهَا

اگر کسی میں طلب کی خواہش پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اہل اللہ کی محبت طلب کرے۔ یہ جذبہ طلب بھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔

ہمک طلبش بر سلیمان ندہند

نشور غمش بہر دل و جان ندہند

اس نعمتِ عظیم کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے۔ اگر ایسی محبت میسر آجائے تو چند لمحات گوش دل اہل اللہ کی گفتگو کے لیے وقف کر دے۔ اور اس کی اللہ سے توفیق حاصل کرے تاکہ اسے اسی صحبت میں تقویت اور تربیت نصیب ہو۔

اہل اللہ کی نگاہ ایسے طالبانِ حق کے لیے جو کسی میں بے اختیار ظاہر ہوتی ہے۔ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ان کے اختیار سے ایسی طلب ظاہر ہوگی۔ تو ان کے لیے ایسا اختیار مقامِ خطر ہوتا ہے ایسے اختیار کے لیے باطنی طور پر نفی نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ذاتی اختیارات کے بغیر ہی اللہ کی طرف سے انعامات کا ظہور ہوتا ہے۔

بتہ یوں اور اہل طلب کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اہل اللہ کے ہاں اس قول کی نفاذ اور تعظیم حاصل ہوتی ہے۔



يَا دَاوُدَ اِذَا مَرَّ اَيْتِي طَالِبًا فَكُنْ لِي خَادِمًا

طلب کی خواہش کا ظاہر ہونا بے پناہ دولت کی علامت ہے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی ارادت کی صفت کا اپنے بندے کی روح پر تجلی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا عکس بندے کے دل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہ طالب حق بن سکتا ہے۔ اور نہ ہی اللہ کے دوستوں کی محبت کے لائق ہو سکتا ہے۔

جو نیدہ ازاں نہ کہ جو یان تو نیست

در جوانی داں کہ ترا جو یانست

اس صفت کی تربیت اور تقویت حقیقت میں اس شخص میں آتی ہے۔ جو ولایت کے تصرفات کو کامل اور مکمل طور پر تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کی مہربانی سے اپنے مقصود کو جلدی سے پالیتا ہے۔ ورنہ اس بات کا خطرہ ہوتا ہے کہ طلب کی صفت کے اثرات زائل ہو جائیں۔

اہل باطن کا طریقہ کم دیدن۔ کم زدن۔ نیستی اور اختصار ہے۔ دیدہ اعمال میں کمی آتی ہے اور مشاہدے سے احوال کا نقصان ہوتا ہے۔

بشریت کے وجود کی منفی اس قدر دوسری کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ جتنی کہ کم دیدنی سے ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جس قدر ابتلا کے معاملات وارد ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے نختے۔

حقیقتِ استغفار | استغفار بشریت کے وجود سے ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان ہی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کے بعد جب وہ بشریت

کے وجود کو پہچان لیتا ہے۔ اور اس کی بقا کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ وہ اسی الم اور بے چارگی، نہایت آہ و زاری سے بارگاہِ خداوندی میں روتا اور گڑ گڑاتا ہے۔ اس وقت وہ استغفار کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔



خلق ترسد از تو و من ترسم از خود کز تو نیکی دیدام و ز خویش بد  
 دولت در دسما نیم ده نیستی نفس ظلمانیم ده  
 گناہوں کہ معاف کرنا بھی اہل اللہ کے وجود بشریت کی نفی ہوتی ہے۔ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام پر اعتراض کرنا شریعت کی غیرت کی وجہ سے  
 تھا۔ اللہ کی حکمتوں کے علاوہ ایک حکمت نفی وجود مولوی بھی تھی۔

مرشد علی الحقیقۃ (اللہ تعالیٰ جل جلالہ) اپنے دوستوں میں ہے ہر ایک کو اس کے  
 حال کی نسبت سے تربیت فرماتا ہے۔ ایسے ہی اولیائے امت سید المرسلین صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی ولایت کی نسبت سے حصہ پاتے ہیں۔ اسی طرح انہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام  
 کی ولایت کی نسبت سے حصہ ملتا رہتا ہے۔ اولیائے امت علم لدنی کا حصہ نسبت  
 مشرب خضر علیہ السلام سے حاصل کرتے ہیں۔ اور آپ ہی کی روحانیت سے  
 نسبت استمداد پاتے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ ظاہر جہانیت کے واسطہ سے ایسی استمداد  
 سے غافل دکھائی دیتے ہیں۔

اولیائے امت کا بعض انبیاء کرام کے مشکوٰۃ روحانیت کے انوار سے آقباس  
 نور کرنا ان کے روح سے استمداد باطنی کرنا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت  
 کے منافی نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام بھی مشکوٰۃ نبوت حضرت رسالت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے انوار سے آقباس نور کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس  
 باطن سے استمداد کرتے ہیں۔ ان انبیاء کرام کے ارواح مقدسہ حضور ہی کے احاطہ  
 رویت میں داخل ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

علم لدنی ایک ایسا علم ہے کہ اہل قرب کو تعلیم الہی اور  
 تفہیم ربانی سے بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کو  
 معرفت ذات حضرت جل جلالہ سے تعلق خاص ہوتا ہے۔ اس علم کو اللہ تعالیٰ عالم



نہے ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا بِنِي يَقْضُونَ بِالْحَقِّ عِلْمَ الْغُيُوبِ ۚ

یہ علم وجد و ذوق کی قوت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ دلالت عقل و نقل سے نہیں آتا۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ نور حقیقت ظاہر ہوتا ہے۔ اور دل پر اثر کرتا چلا چلا جاتا ہے۔ اور یہ بشریت کے صفات کے حجابات کے بغیر ہی وارد ہوتا ہے۔ لوح دل سے علوم روحانی۔ عقلی۔ سمعی۔ حسی کے نقوش صاف ہوتے جلتے ہیں۔ اور انسان بشریت کے وجود سے خالی ہوتا جاتا ہے۔ اور اپنے لدن سے اللہ تعالیٰ کے لدن تک پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام سے معرفت ذات اور صفات خداوندی کے معانی کا ادراک اور کلمات کی واقفیت حاصل ہوتی جاتی ہے۔

چوں ملائک گویا علم لست      تا بگرد دست تو علمتنا  
گر دریں مکتب ندانی تو ہجا      ہچو احمد ہری از نور حجا  
دانستے باید کہ اصلش زان سرست      ندانکہ ہر فرعے بہ اصلش بہر است  
ہر ہری بر عرض دریا کے ہرو      تہ لدن علم لدنی سے برد

اس سلسلہ میں باطنی نسبت یوں نمودار ہوتی ہے کہ جمعیت **باطنی نسبت** | دل ظاہری تفرق کی صورت میں خلوت سے بھی زیادہ میسر ہوتی ہے۔ جمعیت ایسے جوہر کی طرح ہوتی ہے جسے جس قدر چھپایا جائے۔

اس کی حقیقت اور جوہریت نکھرتی ہے اسی موضوع پر کہا گیا ہے

از دروں شو آشنا      و از بروں بیگانہ دش  
ایں چنین زیبا روشش      کم می فتد اندر جہاں



حقیقت نیت جو حقیقت میں کسی اختیار میں نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں یوں واقع ہوئی ہے کہ ہر عمل کی صورت کی روح تو نیت ہی ہے۔ اگر نیت نہ ہو۔ اور اچھے نتیجے کی امید رکھی جائے تو کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس میں کتنا ہی اخلاص اور محنت کی جائے۔

مندرجہ بالا ارشاد کی تفصیل و تشریح یوں سمجھنی چاہیے کہ کوئی عمل نتیجے کی امید کے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ حدیث بعض صحابہ کرام سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے لَا أَجْرَ لِمَنْ لَا حِسَبَةَ لَهُ۔

حسبت اور احتساب ہی ثواب کی امید پر کیے جاتے ہیں۔ نیک عمل کا نتیجہ اور اجر دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ اور عقوبت میں بھی حاصل ہوتا ہے۔ ابوسلمان دارانی قدس سرہ نے اسی لیے فرمایا ہے۔

كُلُّ عَمَلٍ لَيْسَ لَهُ ثَوَابٌ فِي الدُّنْيَا لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ فِي

الْآخِرَةِ

ہر کام کا ثواب نہ تو دنیا میں ملتا ہے اور نہ ہی ہر عمل کی جزا آخرت میں

دیتا جاتا ہے۔

معلوم نہیں کہ کس صفت سے آغاز کرتے ہیں۔ اور کس صفت پر ختم کرتے ہیں کبھی تو بے علم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی مضطرب۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو بلا تدریس ہوتا

۱۔ بخاری شریف۔ کتاب الایمان۔ اَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحَيَاةِ ط



ہے۔ یہ ایک ایسی حیرت ہے جو بلا ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ بعض اوصاف کے حاصل کرنے کے بعد کمال کو پہنچے ہیں۔ وہ آخر کار تحریروں میں مبتلا ہوئے۔ اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ اور غیب کے تصرفات کو تسلیم کر لیا۔ اپنے وجود کو کلیۃً اللہ تعالیٰ واجب الوجود کے ہاں تفویض کر دینا ضروری ہے۔ اس مقام کی ابتداء اور وسط تو معلوم ہوتی ہے۔ مگر انتہا معلوم نہیں ہوتی۔ اس مقام کی انتہا کب ہوتی ہے۔ اور کس حالت پر ہوتی ہے۔ تمام اہل اللہ اسی خیال میں ہیں حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پیشوایانے کہ راہ میں آمدند	گاہ بے گاہ از پے این آمدند
جان خود را عین حسرت ساختند	ہمرہ جان بجز و حیرت ساختند
درنگ این بحر بے پایاں بے	عزقہ گشتہ و خبرنے از کسے
تو چناں دانی کہ این آساں بود	بلکہ کمتر چیز ترک جاں بود
والہ و حیراں شد م یجبارگی	می ندانم چارہ جز بے چارگی
چند گویم جز خموشی راہ نیست	زانکہ کس را ز ہرہ یک آہ نیست

اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم نے اپنے وجود کو کلیۃً تصرف الہی کے حوالے کر دیا ہے۔ اور اپنی ہمت کے دامن کو اس وجود کے التفات سے جس سے طالب روحانی یا جسمانی طور پر محظوظ ہو سکتا ہے یکسر کمیٹ لیا ہے۔ اس طرح ان پر حزن و خوف جو ان دو اوصاف کا نتیجہ ہوتا ہے کے اثرات نہیں رہتے۔ وہ روحانی یا جسمانی لطف کی طلب سے مسترا ہو جاتے ہیں کیونکہ حزن تو اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب ماضی یا حال کے فائدوں کے کھو جانے کا خطرہ درپیش ہو۔ لیکن یہ دونوں



کیفیتیں ان پر غیر موثر ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اب انہیں قرآن پاک کی اس بشارت سے نوازا جاتا ہے:

الْاِنْ اٰذِلْيَا ؕ اَللّٰهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؕ

(یاد رکھو اولیاء اللہ کو نہ تو خوف ہے۔ اور نہ ہی وہ حزن و ملال کا شکار ہوتے ہیں)

حقیقت میں اس وقت ان پر ولایت کا خطاب زریب دیتا ہے۔ کیونکہ ولایت کا درجہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ہی میسر ہوتا ہے۔ فنائے مطلق کے بعد تمام انعامات اور تمام جسمانی اور روحانی تعلقات تو ختم ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی خشیت۔ اس کا خوف۔ اس کی عظمت کی ہیبت۔ اس کی الوہیت کا جلال۔ خوف و حزن کی جگہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح ان کے درجات کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے سید الانبیاء و سند اولیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَعْلٰىكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشٰكُمْ بِاللّٰهِ

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِيَاۤءُ وَ الرُّسُلُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ  
لَمْ يَأْمَنُوْا الْمَكْرَ بَعْدَ الْبُشْرٰى وَلَيْسَ الْمَكْرُ عِنْدَنَا الَّذِى  
يَقْلِبُ الْعَامَّةُ فَالَّذِى يَغْلِبُ الْعَامَّةُ خَوْفُ التَّخْوِيلِ  
فَذَلِكَ غَيْرُ مَا مَوْنٌ فَاِذَا اُوْمِنَ وَ بَشَّرَ اَمِنَ فَاِنَا الْمَكْرُ الَّذِى  
لَا يَجُوْذُ اَمْنُهُ فَاَعْظَمُ شَاۡئًا



جب سالک کو بلوغ کے بعد دل اور زبان کے درمیان تفرقہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ظاہری اشتغال باطنی اعمال کے مانع نہیں ہوتے۔ اور باطن کا عمل ظاہری شغل سے حجاب نہیں کرتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کو دعوت دی جاتی ہے۔ سالک کے بلوغ سے مراد یہ ہے کہ وہ وجود کے تصرفات سے خالی ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے اور سیر فی اللہ جو جذبہ کا مقام ہے تک پہنچ جائے۔ جب سالک الوہیت کے جذبات کے تصرفات کو اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اور اس جذبہ کے آثار کی کیفیت اپنے اندر پاتا ہے اور جذبہ الہی کی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ تو یقیناً اس جذبہ کی صفت سے دوسروں کے باطن میں تصرف کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا یہ تصرف تصرف خداوندی ہی ہوتا ہے۔

بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ولایت کی حقیقت **حقیقتِ ولایت** دراصل نبوت کا باطن ہے جو اللہ کی طرف سے مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔ ولی درحقیقت نبی کے تصرف کا ہی مظہر ہوتا ہے۔ ولی کی ولایت کی صحت کی علامت اسی بات سے پہچانی جاتی ہے کہ وہ اپنے نبی کی متابعت کرتا ہے۔ وہ ایک ذات کے علاوہ باقی کسی سے تصرف حاصل نہیں کرتا۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ واصلان اور کاملان کی دو قسمیں ہیں:

ان واصلوں کی ایک قسم ایسی ہوتی ہے جو ذاتِ خداوندی کے مقربین ہوتے ہیں جو وصول کے بعد درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن وہ دوسروں کی تکمیل کے فرائض سے دور رہتے ہیں۔ وہ مشاہدہ حق کے سمندر میں مستغرق رہتے ہیں۔ وہ فنا کی مچھلی کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ وہ غیرت کے خیموں کے ستون اور حیرت کے ملک کے پشتی بان ہوتے ہیں۔ انہیں تو اپنے وجود تک کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ وہ دوسرے کو کس طرح درخور اعتناء خیال نہیں کرتے۔ ان میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ دوسروں کو



اس دربار میں آشنائی کراتے رہیں۔ ان حضرات کو نبوت کے کوہ طور کے ثمرات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

کاملوں اور واسلوں کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے۔ جب انہیں ان کی ذات سے ہٹا لیا جاتا ہے۔ تو پھر جمالِ ازل کا تصرف انہیں اپنے مقام پر لاکھڑا کرتا ہے۔ انہیں خلعتِ نیابت پہنائی جاتی ہے۔ ان کے احکام مملکتِ خداوندی میں نافذ کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایتِ ازل کی برکت سے شاہدہ حق کے چشمہ میں غرق ہونے کے بعد ماہی فنا کے شکم سے توجید کے بھنور میں غوطہ زن ہونے کے بعد ساحلِ تفرقہ اور میدانِ بقائیں لاکھڑا کیا جاتا ہے۔ وہ مخلوقِ خدا کو مختلف درجات اور نجات کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کو لوگ کا ملانِ مکمل کہلاتے ہیں۔ یہ اپنے کمال کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو مرتبہ وصول تک کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد دعوتِ خلق کے اثرات دے کر متابعت اور اتباعِ رسول کے راستہ پر ماذون اور مامور کر دیا جاتا ہے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَعِيرٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعُوا  
ترجمہ: کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے۔ اللہ کی طرف دعوت دو۔ اور اس راستے کی طرف بلاؤ جس پر میں ہوں اور میرے متبعین ہیں۔  
جہاں کہیں بھی کوئی بیابانِ تحیر کے ظلمت کے میں ٹسکتے پا ہوتا ہے۔ وہ نور یقین کی طلب میں کھڑا ہوتا ہے اور ان کے انقاسِ طیبہ کو مواجہہ کے اقتباس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

عَلَيْهِ مَنْ مَعْبُودَةٌ مِنْ أَيْنِ نَفْسٍ اسْت

ہر دل کہ شہیدِ ایں نفسِ زندہ شو دا

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ ذَكَرَ إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ



اِنِّی مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ: یہ کتنی اچھی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ نیک عمل کرتا ہے۔ اور فرمایا میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰتًا یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنا لَمَّا صَبَرُوْا وَوَكَّلْنَا  
بِاٰیٰتِنَا یُوقِنُوْنَ ؕ

ترجمہ: ہم ان میں سے ایسے راہبر (ایمہ) بنائے جو لوگوں کو ہمارے حکم پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے خود صبر کیا۔ اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

انہیں بزرگانِ طریقت کے بارے میں کہا گیا ہے۔

اے سا کوہِ اُحد کز راہِ دل بر کسندہ ای

اے بسا و صفتِ اُحد اندر نظر بنمودہ ای

اے ہمہ دعوتِ معنی وے زد دعویٰ بیشتر

وے دو صد چنداں کہ دعویٰ کردہ بنمودہ

ایسے حضرات کو اولیائے عشرت کہا جاتا ہے۔ اور ایسے بزرگانِ حق کو طورِ نبوت

کے ثمرات اپنے اپنے مراتب اور درجات کے اندازے کے مطابق حاصل ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔

مگر وجودِ فنا کسی صورت میں بھی وجودِ عدم اور وجودِ بشریت کی طرف نہیں لوٹ

سکتا۔ ممکنات میں سے کوئی چیز بھی وجودِ فنا کو تغیر و تبدل نہیں کر سکتی۔ وجودِ بشریت

سے مراد وجودِ طبعی اصلی ہوتا ہے۔ وجودِ طبعی عارضی نہیں ہوتا۔ وجودِ طبعی عارضی اگر

لوٹ بھی آئے۔ تو وہ حقیقتِ فنا کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ظاہری صورت ہوتی

ہے حقیقی صورت نہیں ہوتی۔



موسیٰ اندر درخت آتش دید      سبز ترے شد آں درخت ز نار  
 شہوت و حرص مرد صاحب دل      ایں چنیں داں و ایں چنیں انگار  
 اس سلسلہ میں حدیث صحیح کے الفاظ یوں آئے ہیں:  
 إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ آغْضَبْتُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَأَنَا هَيَّوْ كَمَا  
 يَزْهِي الْبَشَرُ

ترجمہ: بے شک میں ایسا انسان ہوں۔ جو دوسرے انسانوں کی طرح غصہ میں  
 آتا ہوں اور دوسرے انسانوں کی طرح دوسروں پر راضی بھی ہوتا ہوں۔  
 اہل معرفت فنا فی اللہ کے مقام سے بقا باللہ کے مرتبہ کو پہنچتے ہیں تو جو کچھ بھی  
 دیکھتے ہیں۔ اپنے اندر دیکھ لیتے ہیں۔ جو کچھ پہچانتے ہیں۔ اپنے اندر سے ہی پہچان لیتے  
 ہیں۔ ان کی حیرت اپنے ہی وجود میں ہوتی ہے۔

(۱) وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

(۲) مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

وجود عدم سے مراد یہ صفت ہے۔ اور عدم سے مراد وہ صفت ہے کہ بزرگوں  
 نے فرمایا ہے:

ز ذوق ایں عدم آمد جهان و جان بہ وجود

نہے عدم کہ چو آمد وجود از و افزود

انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ وہ نیستی نہیں ہے جسے محرومی کا نام دیا جاتا

ملے حیرت۔ صوفیہ کی اصطلاح میں انکشاف حقیقت پر ہکا بکار جانے کی کیفیت کا نام حیرت ہے  
 اس کی دو قسمیں ہیں۔ حیرت مذموم۔ اور حیرت محمود۔ حیرت مذموم تو جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔  
 مگر حیرت محمود عروج و ترقی کے حصول کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (مراد لیل)



ہے۔ بلکہ یہ وہ نیستی ہے کہ تمام ہستیاں اسی کی غلام ہیں۔  
 سب سے پہلے جس نے فنا اور بقا کے حال کو بیان کیا تھا۔ اور ان دونوں لفظوں کو  
 تصوف کی اصطلاح کے طور پر اپنایا۔ اور اسے اپنے طریقہ تصوف میں رائج کیا تھا  
 وہ لسان التصوف شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ الحزازی تھے۔ قدس اللہ سرہ۔ وہ مشائخ  
 اہل تصوف کے امام اور اجل تھے۔ اور مصر کے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ  
 حضرت ذوالنون مصری۔ حضرت بصری سقطی اور حضرت بشر حافی وغیرہم (رحمہم  
 اللہ علیہم) کی مجالس سے مستفیض ہوتے رہے۔ اور آپ کی وفات ۳۷۰ھ میں  
 ہوئی۔ اس طرح آپ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ کی وفات سے بائیس  
 سال قبل تخرید اور انقطاع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم تصوف میں آپ بڑی  
 بڑی تصنیف کے مالک تھے۔ عالی کلام اور دقیق اسرار و رموز سے واقف تھے۔  
 آپ نے فرمایا ہے کہ فنا سے مراد سیر فی اللہ کی انتہا ہے اور بقا سے مراد سیر فی اللہ کی  
 ابتداء ہے۔ سیر فی اللہ اس وقت انتہا کو پہنچتا ہے۔ کہ سالک اپنے وطن مالوف  
 سے بشریت کے تمام خصائص اور لطائف سے ہٹا ہو جائے۔ اور وہ طلب میں  
 صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ وادی ہستی (زندگی) کو اپنے قدم صدق سے  
 طے کرتے ہوئے کعبہ وصال تک پہنچے۔

إِلَيْكَ يَا مَنْتَهَى حَقِّي وَمُعْتَمِرِي

وَأَنْ حَجَّ قَوْمًا إِلَى تَرَابِ أَحْبَابِ

سیر فی اللہ اس وقت مکمل ہوتا ہے۔ جب انسان کو مطلق فنا کے بعد جس سے  
 مراد فنا ذات اور فنا صفات ہے۔ حقانی وجود عنایت کیا جاتا ہے۔ اس حقانی  
 وجود کے ساتھ اوصاف الہی سے منتصف ہو جاتا ہے۔ اور اخلاق ربانیہ میں ترقی  
 پذیر ہوتا ہے۔ یہ مقام بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يَبْصُرُ وَبِيْ يَنْطَلِقُ وَبِيْ يَبْطِشُ



وَبِے تَشْنِیْ وَبِے یُعْقِل مِیْر آتا ہے۔ (بغیر سننے۔ بغیر دیکھے۔ بلا کلام کیے ہوتے۔  
 بلا آنکھ چھکے۔ بغیر چلے اور بے سوچے سمجھے) اس مقام پر پہنچ کر تمام ذات و صفات  
 فانیہ باقی کے وجود کے لباس خفا کی قبر سے نکل کر محشر ظہور میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اللہ  
 تعالیٰ کے تصرفات اور قوتیں انسان کے باطن پر غالب ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے  
 باطن کو تمام وساوس اور خواہشات سے پاک کر دیتی ہیں۔ اور اپنے ہی ذاتی صفات  
 سے بندہ کے باطن میں متصرف ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اسے اپنی خودی میں تصرف عطا  
 کیا جاتا ہے۔ تو بندہ کی تمام صفات معزول ہو کے رہ جاتی ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر  
 بندہ کلیتاً محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ شریعت کے فرائض کی رعایت۔ امر و نہی  
 کی اقامت۔ اس کے فنا کے حال کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے۔ اگر محفوظ نہ ہو۔ تو  
 اللہ تعالیٰ کی تمام رعایات اس کے حال فنا کی علوم صحت کی دلیل بن جاتی ہیں۔

ابو سعید خزاز قدس اللہ سرہ اسی موضوع پر فرماتے ہیں:  
 خَلُّ بَاطِنٌ یُخَالِفُ الظَّاهِرَ۔ فَهُوَ بَاطِلٌ

ترجمہ: وہ باطن جو اس کے ظاہر کے خلاف ہو باطل ہوتا ہے۔

جو شخص ابھی مقام فنا سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اس سے وساوس اور حوادث  
 انسانی کی نسبت قائم ہونا۔ شرک خفی ہے۔ لیکن جو شخص فنا کے بعد بقا کے مقام  
 پر پہنچ چکا ہو۔ اسے انہی اوصاف کی نسبت شرک نہیں ہوتی۔ جو شخص ابھی تک  
 حال فنا کے آغاز میں ہو۔ اس کے احساس سے شکر کی کیفیت غائب کر دی جاتی  
 ہے۔ جب وہ مشاہدہ ذات اور صفات کے مقام پر متمکن ہو چکا ہو۔ فنا کے حال  
 کے سکر سے مقام صحو میں آتا ہے۔ احساس سے محروم ہو جانا۔ اس مقام کے لیے  
 لازم نہیں ہوتا۔ بعض کے ہاں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ بعض کے ہاں نہیں ہوتا بلکہ  
 یہ باطن فنا کے بھنور میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس کے ظاہر حاضر و کھائی چلتا ہے۔



اور اس پر جو کچھ بھی گزرتا اسی کے احوال و افعال سے ہوتا ہے۔

اہل فنا اور اہل بقا مجاہدات اور طلب حق کے بعد طمانیت و وجدان اور سرور مجاہدات سے حاصل کر لیتے ہیں۔ عین مراد میں بھی مراد سے بے مراد ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مقامات اور کرامات بھی ایک حجاب ہوتا ہے۔ ان کے دل کا چشمہ تمام جسمانی اور روحانی لذات سے محروم ہو جاتا ہے۔

فنا کے مرتبہ کو پہنچا اور اصل محبت ذاتی کی حقیقت تک پہنچنا ہے۔ اور مقام فنا تو ایک خاص عطا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے اختصاص حاصل کرنا ہے۔ سنت الہیہ ہے کہ عطائے محض جو حقیقت تک پہنچا دے۔ اور حقیقت میں عطاء اور عنایت نہ ہو۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ *الْفَائِزُ لَا يُرَدُّ إِلَىٰ أَوْصَافٍ* (فانی اپنے اوصاف کو نہیں لوٹتا)

اور حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں:

مَا رَجَعْتُ مَثْرَجَةً إِلَّا مَيِّتَ  
الطَّرِيقِ إِلَيْهِ أَحَدٌ  
فَدَجَعْتُ عَنْهُ

ہمارے خواجہ قدس سرہ کے فرمان کا مطلب یہی ہے جو آپ نے فرمایا تھا کہ وجود فنا ہرگز وجود بشریت کی طرف واپس نہیں آتا۔

مقام فنا کے مطلق اگرچہ محض عنایت الہی ہے۔ لیکن اس مقام کا ظہور آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں بڑی شرطیں ہیں۔ اور فنا کے مطلق تک رسائی کی شرط یہ ہے جناب حق سبحانہ کی طرف مکمل توجہ کرے۔ یہ توجہ محبت ذاتی کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اور محبت ذاتی کے تقاضوں سے اجتناب نہیں کیا جاسکتا۔

فنا سے مراد یہ ہے کہ بشریت اور خلقت کے تمام تقاضوں کو فنا کر دیا جائے۔



اور پوری توجہ کو ان تقاضوں سے ہٹا کر صرف ذات باری تعالیٰ کو ہی مرکز توجہ بنایا جائے۔ اس کی حقیقت اس مثال سے واضح ہوتی ہے کہ جو چیز بھی آگ میں گر جاتی ہے اس کی شدت اور قہر سے اسی کی صفت اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن یہ صفت آگ کے تصرف سے پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح لوہا آگ میں گر کر آگ کی طرح جلانا شروع کر دیتا ہے۔ مگر لوہے کی اصلیت وہی رہتی ہے۔ وہ خود آگ نہیں بن سکتا۔

چند اہل برواہیں راہ کہ دوئی برخیزد      درست دوئی و برہ روی برخیزد  
تو او تشنوی و لیکن او جہد کنی      جاتے برسی کز تو توئی برخیزد  
علم و عقل کی رسائی دریائے فنا کے ساحل سے آگے نہیں ہے۔ اس کے بعد حیرت اور بے نشانی ہے۔ اس مقام کے عجائبات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور اس کے احوال سلوک اور رسائی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے۔

عاشقی جزریدہ را بنود

یہ وہ مقام ہے جہاں سے عالم وحدت کے شہود کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور وحدانیت کا انداز ہوتا ہے۔ قَالَ لَعَنَ سُبْحَاتُ يَتَّخِذُ الْعِلْمُ مِنْ حَيْثُ كُونِ عِلْمٌ مَوْجُودًا بِهٖ نَعْدُو دَمًا يَسْقِيهِ لَا مِنْ خَشْيَتِ اِنَّ لَكَ وَجُودًا خَاصًّا اَتَّخِذُ بِهٖ قَاتًا مَحَالًا۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجہ تک پہنچنے کے بعد انسان سے تعین اور تعینہ کے تمام احکام مطلقاً منسوخ نہیں ہو جاتے۔ بقا باللہ کے مقام پر پہنچ کر صفات ربانیہ سے منصف ہوتے ہوئے اسے حقانی تعینات پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔

ابراہیم شیبانی قدس سرہ جو مشائخ کے طبقات میں اہم مقام پر فائز ہیں۔ فرماتے ہیں:

عِلْمُ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ يَدُورُ عَلَى اخْلَاصِ الْوَاحِدِ اِنْ يَسَّ وَ



صِحَّةُ الْعِبَادِ يُتَبَّهَ وَمَا سَوَى ذَٰلِكَ فَمُفَالِيطٌ وَمَا سَدَقْتَهُ  
یہ فنا کی اصطلاح جو اہل اللہ کے ہاں متعارف ہے۔ اس کا  
مطلب یہ ہے کہ جہانیت کے وجود سے فانی ہوا جائے اور  
روحانیت کے وجود سے بھی پاک ہوا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی رویت اور  
عظمت الہی کا کشف دل پر وارد ہو جائے۔ اس حال کے غلبے دنیا و عقبیٰ کو فراموش  
کر دیں۔ احوال و مقامات اس کی نگاہ میں حقیر دکھائی دینے لگیں عقل اور نفس سے  
فانی ہو جائے حتیٰ کہ فنا سے بھی فانی ہو جائے۔ عین فنا میں اس کی زبان اللہ سے  
ماطقی ہو۔ اس کا وجود اللہ کے خوف سے ڈرے اور یسچ ہو جائے۔ اس فنا میں بجز  
حیرت اور بے نشانی کے کچھ نہ رہے۔

کس نے نہ ہد ز تو نشانی  
انیت نشان بے نشانی

لوگوں نے ہمارے خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا کہ فنا کتنی وجوہات سے  
حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ اگرچہ بزرگوں نے بہت سی وجوہات  
بیان کی ہیں۔ مگر عام طور پر ہم اسے دو وجوہ پر مشتمل رکھتے ہیں۔ ایک ظلمانی (طبعی)  
وجود سے فنا اور دوسرے روحانی (نورانی) وجود سے فنا (حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
میں بھی ان دو وجود کو بیان فرمایا گیا ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ سَبْعِينَ أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُورٍ وَظُلْمٍ  
اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار نورانی اور ظلمانی حجاب ہیں۔

۱۔ اس کی تفصیل کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات نمبر ۵ کو ملاحظہ فرمائیں۔



ہمارے اکابر نے تو اسی حدیث کی روشنی میں فنا کی یہ دو وجہیں بیان کی ہیں :  
خُطُوَتَانِ وَقَدْ وَصَلَتْ

کبھی کبھی ہمارے خواجہ بزرگوار قدس سرہ اور سیرالی اللہ کے تمام حجابات کو ایک ہی حجاب سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"تیرا حجاب تو تیرا وجود ہی ہے" دَمَ نَفْسُكَ وَتَعَالَیٰ اپنے آپ کو ترک کر دے اور چلا آ۔

از تو تا دوست رہ بے نیست . توئی  
در راہ تو خاشاک و خے نیست . توئی

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے: لَا حِجَابَ إِلَّا وَجُودُكَ۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صحیح طریقے پر وارد ہے۔

أَمِطِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

اُما طُتِ اذی میں نفی وجود کی طرف اشارہ ہے۔ اور محب کا محبوب سے وصول کی علامت ہے۔ اور یہی تمام احوال تشریف کی انتہا ہے۔ مذکورہ فنا اور بقا کے بعد یہی صورت سامنے آتی ہے۔ فنا سے پہلے وصول ممکن نہیں ہے۔ جہان قدم کے انوار کی سطوت کی پرواز شروع ہوتی ہے، تو حوادث کی ظلمات کے حدود کی کیا مجال رہتی ہے کہ باقی رہیں۔ اسی طرح فنا کے حال میں وصول متصور نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے بعد محبوب سے محبت کا وصال میسر ہوتا ہے۔ محب کا وجود محبوب کے ساتھ جب بقا حاصل کر لیتا

۱۔ اسی موضوع پر جناب غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب  
الفتح الربانی (مجلس الرابع والخمسون) کا مطالعہ فرمائیں۔



سب تو نور تجلی کی فوتوں سے مضمل اور ناچیز ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ قوت حاصل کر لیتا ہے  
 و د تو کجا رسد کسے تا نرود بیائے تو  
 مرغا تو چوں شود دے تا نپرد بہ بال تو  
 اسی وجہ سے اہل وصول کے تمام قوای مشاہدات کے عالم میں تلاشی سے محفوظ  
 ہو جاتے ہیں۔

يُحَرِّقُ بِنَارٍ مِّنْ يُحْسِنُ بِهِ  
 وَمَنْ هُوَ النَّارُ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

اسی طرح یہ بزرگان طریقت مخلوق خدا سے ملنے جلنے کے باوجود غیرات سے  
 محفوظ رہتے ہیں۔ ممکنات سے کوئی چیز بھی اپنے مشاہدہ محبوب اور اس کے تعلق سے  
 لا تعلق نہیں کر سکتی۔ کیونکہ واصل تو تمام احوال میں اپنے محبوب سے ہی رجوع رکھتا ہے  
 ان کا شہود حق حجاب خلق نہیں بنتا۔ اور نہ ہی مخلوقات سے میل جول ان کے لیے  
 حجاب حق بنتا ہے۔ البتہ منزل فنا تک رسائی نہ پانے والے حضرات اس مقام کو نہیں  
 پاسکتے۔ وہ ہر ایک کو اپنے مقام میں بغیر اس کے کہ دوسرے کے لیے حجاب بنیں  
 مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاں فنا و بقا جمع ہو جاتی ہیں۔ وہ فنا میں باقی ہوتے  
 ہیں اور بقا میں فانی ہوتے ہیں۔ البتہ ظہور بقا کی حالت میں علم کی طرح ان میں فنس  
 مندرج ہوتی ہے۔

وصول کے مراتب جنہیں مراتب سیر فی اللہ بھی کہا جاتا ہے۔

**مقامات وصول** | بے حد وانتہا ہیں۔ کیونکہ محبوب کے اوصاف اور کمالات کی

تو کوئی حد وانتہا نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ دنیا میں جس مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ مراتب  
 وصول کے اعتبار سے وہ اول مرتبہ پر ہی ہوتے ہیں۔ ان مراتب کی انتہا کو نہیں پہنچا  
 جاسکتا۔ اسی موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ فرید الدین عطار قدس اللہ



روحہ فرماتے ہیں،

اندر رُوحِ حق جملہ مطلب باید بود تا جاں باقیست در طلب باید بود  
در یکدم اگر ہزار دریا بکشتی گم باید کرد و خشک لب باید بود

بقا کا مقام فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ سیر عن اللہ و باللہ تو مقام  
سیر باللہ | تنزل ہے مخلوقات کی عقلوں کی انتہائی پرواز ان کی دعوتِ حق  
یک مشکل رسائی پاتی ہے۔ یہ مقام خاص کر پیغمبرانِ مرسل صلوات اللہ علیہم اجمعین کو  
ملتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اس مقام منزل میں ہی وہ ہر لحظہ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ استغفار کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع سے یہ مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

وَاللَّهُ الْبَارِي | وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَآمَنَ حَاجِبُهُ وَأَتَى وَاجِبَهُ أَجْمَعِينَ وَسَلَّمْ  
تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

تَرْقِيم : تَهْ هَذِهِ النُّسْخَةُ الشَّرِيفَةُ الْمَوْسُومَةُ بِالْقَدْسِيَّةِ  
فِي رَبِيعِ الْإِلَّهِ سَنَةِ تِسْعِمِائَةِ بِخَطِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَوِينِيِّ



## مولانا یعقوب چرخ قدس سرہ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

رسالہ النبیہ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک معروف تالیف ہے جو حضرت مولف کے پیر و مرشد شہنشاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ سلسلہ نقشبندیہ کے بنیادی معمولات میں شمار ہوتا ہے۔ فاضل مولف نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے ملفوظات کے علاوہ آپ کے مناقب، دوامی وضو کی فضیلت، نفلی نمازیں، ذکر خفی (خصوصیت طریقہ نقشبندیہ) اور ان فوائد کو بیان فرمایا ہے جو آپ نے خواجہ نقشبند کے علاوہ خواجہ علاؤ الدین عطار سے حاصل کیے۔

نقشبندی سلسلہ طریقت میں اس رسالہ کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اکابر نقشبند نے اس رسالے کو اپنا یا اور اپنے متوسلین کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

مصنف علام حضرت مولانا یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثم الچرخ الشیرازی حضرت بہاؤ الدین نقشبند کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتے ہیں آپ کے والد ماجد صاحب علم و تصوف بزرگ تھے۔ آپ نے جامع ہرات میں علوم دینیہ کی تعلیم پائی۔ پھر ایک عرصہ تک مصر میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔ آپ شیخ زین الدین خوانی (م ۸۳۳ھ) کے ہم سبق رہے۔ اور مولانا شہاب الدین سیرانی کے ممتاز تلامذہ



میں سے شمار ہوتے تھے۔ اپنے وقت کے حلیل القدر علماء بخارا سے اجازت فتویٰ حاصل کی۔

تحصیل علوم دینیہ کے بعد آپ حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گوشہ خاطر کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے آپ کی التماس کو شرف قبولیت فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا آپ کو اپنا کلاہ مبارک عطا فرماتے ہوئے کہا کہ آپ جہاں جائیں اس سے ہماری یاد تازہ رہے گی۔ آپ نے آپ کو مولانا تاج الدین دشتی کو ملکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تلقین کی اور بتایا کہ مولانا اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب چرخانی اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر سفر کی اجازت لی۔ بخارا سے بلخ پہنچے اور بلخ سے دشت کو لک کو عبور کرتے ہوئے مولانا تاج الدین دشتی کی زیارت کی۔ مولانا دشتی کو ملکی سے بے پناہ روحانی فیوض حاصل کیے۔ بخارا میں حضرت چرخانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجذوب سے بے پناہ عقیدت تھی آپ نے اس مجذوب سے پوچھا کہ خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ مجذوب نے زمین پر لکیریں کھینچتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَرْدٌ وَیُحِبُّ الْفَرْدَ۔ (اللہ ایک ہے اور ایک کو پسند کرتا ہے) نصیحت کی کہ فوری طور پر حضرت شہنشاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ خواجہ چرخانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر بے پناہ فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ نے حضرت علاوالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ لیکن شاہ نقشبند سے فرقہ خلافت حاصل کیا اور دوبارہ اجازت سفر حاصل کی۔ حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا۔ ”ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے۔ بندگان خدا تک پہنچاتے رہو۔ تاکہ سعادت کا سبب بنے“ پھر تین بار کہا۔ ”ہم نے تمہیں اللہ



۱۔ حوالہ لکھنا

ایک بار مولانا یعقوب چرخي رحمہ اللہ علیہ بخارا سے شہر کش (از مواضعات اصفہان) پہنچے۔ اور کچھ عرصہ قیام رہا۔ اسی دوران آپ نے اپنے پیر و مرشد کی رحلت کی خبر سنی۔ اندوہ و غم نے نڈھال کر دیا۔ یہ فکر دامن گیر ہوا کہ حضرت خواجہ نقشبند کی رحلت کے بعد علانیہ دنیا اور مادی مشاغل طلب حق کے راستہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ رشتہ عین الحیات کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت خواجہ نقشبند کی روح نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ ان تفکرات کو دل و دماغ سے صاف کر دیا۔ آپ درویشوں کی ایک جماعت میں مل کر انہی کا طریقہ اپنانے کی فکر میں تھے مگر حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ علیہ نے عالم روحانی میں حضرت مولانا یعقوب چرخي کو اس ارادہ سے روک دیا۔ صاحب تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا چرخي رحمہ اللہ علیہ نے خواجہ نقشبند سے عالم روحانیت میں پوچھا کہ حضرت میں قیامت کے دن کس عمل سے آپ کو پاسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ "متابعیت شریعت محمدی" ہی میری ملاقات کا ذریعہ ہوگی۔

حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کی رحلت کے بعد آپ خواجہ علاوالدین عطار کی خدمت میں کئی سال تک چغانیاں میں رہے۔ حضرت خواجہ عطار رحمہ اللہ علیہ نے آپ پر بے پناہ عنایات فرمائیں۔ خواجہ علاوالدین عطار رحمہ اللہ علیہ کا ۲۰ ربیع الاول ۸۰۲ھ کو وصال ہوا۔ تو آپ چغانیاں سے حصار میں منتقل ہو گئے یہاں آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کے طریقہ عالیہ کو بڑی شہرت دی اور حاضرین کو بطریق خطاب اور دراز میں رہنے والے حضرات کو بذریعہ خط و کتابت سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات سے آگاہ فرمایا۔

۱۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۱۲۲۔



مولانا یعقوب چرخي رحمہ اللہ علیہ ۵ صفر ۱۰۵۵ھ کو ۸۹ سال کی عمر میں حصار میں ہی دھل بجق ہوئے۔ آپ کا مزار پُرانوار موضع ہفتور نزد حصار میں ہے۔  
 مرحوم سعید نفیسی نے اپنی کتاب "تاریخ نظم و نشر در ایران و در زبان فارسی" میں آپ کے مزار کو وادی چانیاں (سابقہ شہر حصار) میں موضع ہفتورہ میں بیان کیا ہے۔ لیکن ان کی تحقیق کے مطابق اب اس موضع کا نام مٹ گیا ہے۔ آبادی کے آثار ختم ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر محض ایک حمام اور دو مزارات موجود ہیں۔

حضرات نقشبندیہ کے تذکرہ نگاروں نے حضرت خواجہ یعقوب چرخي کی اولاد میں حضرت یوسف چرخي کا نام لکھا ہے۔ مگر خلفاء میں سے خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ علیہ (م ۲۹ ربیع الاول ۱۰۹۵ھ) کا نام نامی و اسم گرامی نہ صرف حضرت چرخي کے لیے حاصل عمر ہے بلکہ سارے سلسلہ نقشبندیہ میں سربر آوردہ ہے۔  
 خواجہ احرار نے سلسلہ نقشبندیہ کے اثرات کو علماء و مشائخ کے علاوہ تیموری شہنشاہوں کے قلب و نظر تک پہنچایا۔ اور اس خاندان کی اصلاح کے لیے اس طریقہ عالیہ کے معمولات سے بڑا موثر کام لیا۔ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی رحمہ اللہ علیہ آپ کے ہی مریدوں میں سے تھے۔ اور آپ کے ہی نام سے اپنی بہت سی کتابوں کو معنون کیا۔ خواجہ احرار بسا اوقات ہرات سے حصار تک پیادہ پا زیارت مزار مولانا یعقوب چرخي کو جایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ چرخي رحمہ اللہ علیہ کی تصانیف میں زیر نظر رسالہ انیس کے علاوہ آخرین دو پارہ فتہ آن پاک کی تفسیر بنام تفسیر یعقوب چرخي کئی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ رسالہ نائیہ۔ رواج، حورانیہ۔ جالیہ۔ شرح رباعی ابوسعید ابوالخضر۔ شرح اسماء الحسنیٰ اور ابیدالیہ اہل طریقت کے راہی مقبول و محبوب رہی ہیں۔



# رسالہ انسیہ

حضرت مولانا یعقوب چرخچی قدس اللہ سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد و ثناء راض و سما کے خالق کے لیے ہیں جس نے انسانوں کو اپنے کمالات کا مظہر بنایا۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو کائنات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ جناب جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے فضیلت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی امت کو اسی وجہ سے تمام امتوں سے بہترین قرار دیا۔ آپ کی امت کے بعض افراد کو ولایت سے مخصوص فرما کر محفوظ فرمایا۔ اور ان کی ظاہری اور باطنی متابعت کو ان کی دلیل بنایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

چنانچہ جو شخص ان کی متابعت کی سعادت سے روگردانی کرتا ہے، وہ ابدی بدبختی کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہوتا ہے: قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ



فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝ رَآپ فرمادیجیے۔ اللہ  
 در اس کے رسول کی پیروی کرو۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو! اللہ تعالیٰ  
 کافروں کو کبھی پسند نہیں فرماتا، جو شخص اس کی ولایت خاصہ کی خلعت سے مشرف  
 ہونا چاہتا ہے۔ اُس کو اس کی متابعت کے بغیر چارہ کار نہیں۔

اندریں حالات فقیر حقیر یعقوب بن عثمان بن محمود الغزنوی ثم الحرفی لالہ  
 جدہ لجدہ محمود (مؤلف) قطب المتایخ والاولیاء فی العالمین خواجہ بہار الحق  
 والدین المشہر المعروف بہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت طیبہ اور طریقت مطہرہ  
 کے بعض کوائف اس کتاب کے اوراق میں قلم بند کرے۔ تاکہ ان کے  
 فائدے زمانہ بھر میں پھیل جائیں۔ اور احباب و اصحاب کے رشد و ہدایت کا ذریعہ  
 بنیں۔ آپ کے سلسلہ عالیہ اور احوال عجیبہ کا تذکرہ بھی نہایت اختصار سے کر دیا  
 جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے جذبہ کو جس نسبت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی  
 تشریح و تفصیل بیان کرنا میرے قلم کی قوت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی  
 بے پناہ عنایت نے اس فقیر کے دل میں شوق پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل  
 سے میں آپ کی خدمت میں کشاں کشاں بخارا میں پہنچا اور آپ کی خدمت میں  
 رہنے لگا۔ تو آپ کی نگاہ التفات نے اپنے کرم عظیم سے مجھے پایا۔ مجھے ہدایت  
 صمدیت سے یقین ہو گیا کہ آپ کامل مکمل اور خواص اولیاء اللہ ہیں۔ چنانچہ  
 ارشادات غیبیہ اور واقعات کثیرہ کی روشنی میں میں نے کلام اللہ کا آغاز کیا جب  
 میں اس آیت کریمہ پر پہنچا وَلِلَّهِ الدِّینُ ۝ فَهَدَاكُمْ  
اِقْتِدَا تو میں فتح آباد جوان دونوں فقیر کا مسکن تھا۔ شیخ عالم سیف الحق والدین  
 ابا خرمی رحمۃ اللہ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا۔ میں مزار کے پہلو میں بیٹھا ہی تھا







اور اس فقیر کو وقوفِ عددی میں مشغول فرمایا۔ اور فرمایا۔ علم الدنئی کا پہلا سبق تو  
 یہی ہے خواجہ عبدالحق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم حضرت  
 مولانا صد الدین سے تفسیر پڑھ رہے تھے جب اس آیت کریمہ اذْغُفَا رَبُّكَ  
 تَغْرَعًا وَخَفِيَةً پر پہنچے (اپنے اللہ کو خشوع و تضرع اور خفیت پکارا کہ اللہ  
 تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مقرر فرمایا ہے کہ وہ اس کے بندوں کی دستگیری کریں۔  
 اس کے بعد اللہ کے حاضر بندوں میں سے ایک فرد حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی  
 کے پاس آیا۔ اور یہ سبق بار بار پڑھا۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام  
 تھے۔ زاد اللہ تعالیٰ علماً و حکمتاً۔ میں خود بھی کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں رہا۔ حتیٰ کہ  
 آپ نے مجھے سفر کی اجازت عنایت فرمائی۔ میں بخار اسے چلا۔ تو آپ نے فرمایا:  
 ہماری طرف سے تمہیں جو فیض ملا ہے۔ اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہنا۔ تاکہ  
 انہیں بھی اس سعادت سے حصہ ملے۔ وداع کرتے وقت تین بار فرمایا۔ تمہیں  
 اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ مجھے آپ کے ان الوداعی کلمات سے بڑی تسلی ہوئی۔ کیونکہ  
 حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا سُوِّدَ شَيْئًا حَفِظَهُ۔ میں بخارا  
 سے چلا اور شہر کشن سبز میں پہنچا۔ کچھ عرصہ کے لیے وہاں قیام پذیر رہا۔ مجھے  
 وہاں ہی آپ کے وصال کی خبر پہنچی۔ میں بڑا شکستہ خاطر ہوا۔ میرا دل مجروح و  
 محزون ہو گیا۔ اور دل پر رنج اور خوف طاری ہو گیا۔ کہ مجھے غمشہ ہوا کہ کہیں  
 حرکتِ قلب بند نہ ہو جائے۔ اس وقت مجھے آپ کی روحانیت نے راہنمائی فرماتے  
 ہوئے تسلی فرمائی۔ آپ نے زید بن الحارث کا نام لیا۔ اور اس آیت کو پڑھا۔ وَمَا  
 مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاَنْ مَاتَ  
 اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ۔ چونکہ میں آپ کی صحبت سے محروم رہا  
 تھا۔ میرا دل چاہا کہ درویشوں کے کسی دوسرے سلسلہ میں لاحق ہو کر منازلِ سلوک



طے کر دوں۔ اور کسی اور طریقہ کو اختیار کر لوں۔ مجھے آپ کی روحانیت پھر دستگیر ہوئی۔  
 میں نے دیکھا آپ فرما رہے ہیں: قَالَ تَزِيدُ ابْنُ السَّعَادِ السَّيِّدُ وَاحِدًا  
 ازید بن حارث نے کہا دین ایک ہی ہے (مجھے معلوم ہو گیا۔ مجھے کسی دوسرے سلسلہ  
 میں جانے کی اجازت نہیں۔ آپ نے تمام صحابہ کرام میں سے صرف زید بن حارث کو  
 منتخب کیا۔ اس لیے حضرت زید حضور کے منہ بولے بیٹے تھے۔ حضرات خواجگاں رحمہم  
 اللہ علیہم بھی اپنے خادموں کو بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ  
 کے معنوی بیٹے تھے۔

میں نے دوبارہ آپ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی حضور! ہم قیامت کے  
 دن آپ کو کیسے ملیں گے؟ آپ نے فرمایا اتباع شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے۔ اس سے مجھے تین نشانیں میسر آئیں۔ چنانچہ ہم نے جو کچھ پایا۔ قرآن کی آیات  
 اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پایا۔ اس پر عمل کر کے ہم نے  
 نتائج حاصل کیے۔ تقویٰ کو ملحوظ رکھا۔ حدود شریعہ کی پیروی کی۔ سنت و جماعت  
 کے عقاید پر گامزن رہے بدعت سے اجتناب کرتے رہے۔

بخارا میں قیام کے دوران مجھے ایک بار حضرت خواجہ علاء الدین عطار  
 رحمۃ اللہ علیہ من الملک الجبار کے بلانے پر ان کی خدمت میں بھیجا۔ میں آپ کے  
 فرمان کے مطابق حضرت خواجہ کے احکام کی تعمیل کرتا رہا۔ میں اسی طرح کئی سال  
 آپ کی خدمت میں رہا۔ اگرچہ آپ کا لطف و کرم ہر ایک پر بے پناہ تھا۔ لیکن  
 اس فقیر کو خصوصی طور پر اپنی نگاہ التفات سے نوازا جاتا رہا۔ جب میں آپ کی  
 صحبت سے محروم ہوا۔ تو میں نے چاہا کہ ان تمام احوال امور کو جاری کروں جن کی  
 مجھے تربیت دی گئی تھی۔ پھر حکم بھی تھا کہ جو کچھ حاصل کرو۔ لوگوں تک پہنچاؤ۔ چنانچہ  
 حاضرین کو اپنی گفتگو سے اور غائبین کو بذریعہ مکتوبات وہ تمام ارشادات پہنچانے



شروع کیے جو مجھے حاصل تھے۔ اگرچہ یہ فقیر اس منصب کا استحقاق نہیں رکھتا۔  
لیکن چونکہ اشارہ غیبی سے مجھے اس بات کا حکم تھا۔ میں اس پر عمل پیرا ہوا۔ میرا عقیدہ  
ہے کہ یہ اشارہ حکمت سے خالی نہیں تھا۔

تو چشم خویش را دیدن میاموز

فلک را راست گردیدن میاموز

میں آپ کے روح پاک سے مستفید ہوتا رہا۔ ان تمام عظیم کاموں میں سے  
مجھے آپ نے ایک بہت اہم کام سونپا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ با وضو و کعبہ  
الہی دل پر ہر وقت وارد رکھو۔ ذکر الہی سے مراد یہ تھی کہ وہ تمام نوافل ادا کرتا  
رہوں۔ اور تمام اوقات شریفہ کو اس نصیحت کے مطابق گزاروں۔ مجھے ان امور  
سے جو روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے مقام پر بیان کروں گا۔ یہ  
فوائد آپ کی ذات سے بھی میسر آئے اور خواجہ علامہ الدین سے بھی حاصل ہوئے۔  
یاد رہے کہ ہمارے خواجہ قدس سرہ طریقت میں شیخ طریقت خواجہ محمد  
نہاسی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فرزند تھے۔ اور وہ حضرت خواجہ علی راہیتی کے  
اور وہ حضرت محمد ابوالحسن فغنوی اور وہ حضرت خواجہ عارف دیوگرمی۔ اور وہ  
حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی اور وہ شیخ ابوعقوب یوسف ہمدانی اور وہ  
حضرت شیخ ابوعلی فارمدی (جو امام غزالی کے مرشد تھے) کے فرزند روحانی تھے  
رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ ابوعلی فارمدی کو حضرت ابوالقاسم گورگانی سے اور انہیں حضرت شیخ  
جنید بغدادی سے تین واسطوں سے فیض روحانیت ملا تھا۔ شیخ ابوعلی فارمدی  
کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے بھی نسبت حاصل تھی۔ اور انہیں سلطان العارفین  
بایزید بسطامی اور انہیں امام جعفر صادق اور انہیں اپنے والد امام محمد باقر سے اور



انہیں اپنے والد امام زین العابدین اور انہیں اپنے والد سید الشہداء امیر المومنین  
حضرت حسین اور انہیں اپنے والد گرامی امیر المومنین و امام المتقین علی بن ابی  
طالب کرم اللہ وجہہ اور انہیں جناب رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے نسبت روحانیت حاصل تھی۔ رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ علیہم اجمعین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا قاسم بن محمد بن  
ابی بکر سے فیض ملا تھا آپ اکابر تابعین میں سے تھے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ  
کو علم باطن میں حضرت سلمان فارسی سے نسبت حاصل تھی۔ حضرت سلمان فارسی کو بارگاہ  
نبوت سے فیض یاب ہونے کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبت  
علم باطن میں تھی۔ اندریں حالات ہمارے خواجہ تصوف میں چہار واسطوں سے  
نسبت فیض میسر آئی۔ عملی طور پر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے۔ دوسری نسبت  
حضرت شیخ بغدادی سے۔ تیسری نسبت سلطان العارفین بایزید بسطامی سے  
امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک اور سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم  
اللہ وجہہ تک میسر آئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء آپ کو ”نمک مستخرج“  
کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

ہمارے خواجہ دوامی وضو کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ہر وقت طہارت سے  
رہنے کا حکم کرتے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُؤَا جِزْبُ  
عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُسَوِّمٌ رَکُوْیَ شَخْصٌ مِّمَّیْشَ وَضُوْءَیْہِیْ رَہْ سَکَا۔ مَکْرُفَ  
مُؤْمِنٌ ہِیْ رَہْ سَکَا ہِیْ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فِیْہِ رَہْ جَا لَ یُحِبُّوْنَ  
أَنْ یَنْطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ یعنی مسجد نبوی یا مسجد قبا میں بعض  
ایسے افراد ہیں جو ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو ہر وقت با وضو اور پاک صاف  
رہتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو غسل سے پاک ہونے والوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ



نجاست جنابت سے نفرت کرتے ہیں۔ اور رات کو سوتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اپنے آپ کو پاک اور صاف رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا طہارت میں رہنا اور اپنے آپ کو پاک رکھنا اللہ کی دوستی کی نشانی ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کو کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کا محبوب بنالے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَوَضَّأَ الْمُسْلِمُ وَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ كُلِّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا يَغِيْنُ مَعَ الْمَاءِ وَإِذَا غَسَلَ يَدَهُ خَرَجَ مِنْ يَدِهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ  
إِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلِّ خَطِيئَةٍ الْمَشَاءُ رِجْلَاهُ  
مَعَ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ يَعْنِي حُضُورَ الْكَرَمِ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرتا ہے۔ اور ہاتھ منہ دھوتا ہے۔ پھر ہاتھ پاؤں دھوتا ہے۔ پھر پاؤں دھوتا ہے۔ تو اس کے تمام گناہ ایسے دھل جاتے ہیں جس طرح اس کے ہاتھ منہ پانی سے دھل گئے۔ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ طہارت ظاہر سے اسے طہارت باطنی میسر آتی ہے۔ ہر عضو دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا چاہیے۔ مسواک کو بلا وجہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا بہت ثواب ہے جب وضو مکمل کر لے تو اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الصَّالِحِينَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وضو کے بعد یہ کہے تو اس پر بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہتا ہے داخل



ہوتا ہے۔ کھڑے ہو کر وضو کے پانی سے ایک گھونٹ پی لینا چاہیے اَللّٰهُمَّ دَاوِلْنِ  
 يَدَ وَائِلِكَ وَاشْفِنِي بِشَفَائِكَ وَاعْصِمْنِي مِنْ الْوَهْمِ وَالْأَمْرَاضِ  
 وَالْأَوْجَاعِ۔ اس کے بعد دو رکعت نفل ادا کرے پھر کنکھی کا استعمال کرے۔ اور  
 چاہیے کہ دائیں ابرو سے شروع کرے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت کریمہ  
 يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ (اے بنی آدم اپنی خوبصورتی کا خیال رکھو) سے  
 مراد کنکھی کا استعمال ہے۔ اس مقام پر دو رکعت نماز نفی سے خاطر ادا کرے۔ اور ظاہراً  
 اور باطناً اسی نماز کی طرف متوجہ رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحِبُّ الْوُضُوءَ شَوْقًا يَتَّقُوهُ فَيُغْفِرُ لِيْهِ رَكْعَتَيْنِ  
 مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بَوْحِبِ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ یعنی ہر مسلمان وضو کرے وضو  
 کو صحیح طریقے سے کرے۔ یعنی ان کے فرائض سنن اور دیگر آداب پورے کرے  
 پھر اٹھ کر دو رکعت نوافل پڑھے۔ اور حضور قلب سے اس کی جزاء کی نیت کرے۔  
 اسے یقیناً بہشت ملے گی۔

حضرت خواجہ بہار الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی نماز میں اپنے  
 آپ کو تمام ارکان اور احکام میں مشغول رکھے۔ یہ بات صرف مبتدیوں کے لیے ضروری  
 ہے۔ بحیث وضو کے نوافل کا بے پناہ ثواب ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ یہ نوافل اوقات مکروہ میں ادا نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ بات  
 ہمارے علماء کے مذہب میں پائی جاتی ہے۔ نماز کے بعد تین بار کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ  
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَاتِلُ الْإِسْرِ نِيَّتِمْ كُنَّا هُمْ سِمْ تَوْبِ  
 کرنے کا ارادہ رکھے شب و روز با طہارت رہے۔ اور سوتے وقت بھی طہارت رہے۔  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ مُّسْلِمٍ بَاتَ طَاهِرًا فِي شَعَارِ  
 طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ فِي شَعَارِهِ مَلَكٌ يَسْتَنْقِطُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ أَوْ قَالَ



الْمَلِكُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ عَبْدَكَ فَلَا تَأْخِذْ بِثَوَابِ طَاهِرٍ أَيْ  
 جو شخص رات کو سوتے۔ وہ با وضو ہو۔ پاکیزہ کپڑوں میں ہو۔ جب وہ بیدار ہو گا۔  
 ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مغفرت اور بخشش کا طالب ہو گا۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا النَّاسُ طَاهِرُ الْقَائِمِ الصَّابِرِ  
 یعنی جو شخص طہارت کے ساتھ سوتا ہے۔ اسے جاگنے والے اور شب بیدار کی طہارت  
 کا ثواب ملتا ہے۔ بلا وجہ جنبی حالت میں نہ سوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 هِيَ لَا يَدْخُلُ الْمَلِكُ فِي بَيْتِ الصُّومَةِ وَالْحَلْبِ  
 وَالْجَنْبِ۔ یعنی رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کوئی  
 تصویر ہو۔ کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ سوتے وقت ضروری ہے کہ قبلہ رو ہو کر سوتے۔  
 آیتہ الکرسی پڑھے۔ آمین الرسول پڑھے۔ ہر بار پڑھ کر دونوں ہتھیلیاں اپنے اعضا  
 پر ملے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریقہ سکھایا ہے۔ اور تین بار کہے  
 اَسْتَغْفِرُ اللهَ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بخشش عطا فرمائے گا۔ ذکر الہی میں مشغول  
 رہے۔ حتیٰ کہ اسے نیند آجائے۔ پھر دائیں ہاتھ تکیہ کر کے قبلہ رو لیٹے۔ دائیں ہاتھ کی  
 ہتھیلی رخساروں پر رکھے۔ اور تین بار کہے: اللَّهُمَّ اِنِّ اَسْلَمْتُ نَفْسِي اِلَيْكَ  
 وَوَجَّهْتُ وَجْهِي اِلَيْكَ وَقَوَّضْتُ اَمْرِي اِلَيْكَ وَالْجَاثِ  
 طَهَّرْتُ اِلَيْكَ مَ غِبَةً وَنَهْبَةً اِلَيْكَ وَلَا مَلْجَا وَلَا مَنَاجَا اِلَّا  
 اِلَيْكَ اَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي اَرْسَلْتَ  
 اللَّهُمَّ اَيُّقِظْنِي فِي أَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ وَاسْتَعْمَلْنِي بِأَحَبِّ  
 الْأَعْمَالِ اِلَيْكَ الَّذِي يَقْرَنِي اِلَيْكَ مُلْفًا وَيُبْعِدُنِي  
 مِنْ سَخَطِكَ اللَّهُمَّ لَا تُؤْمِنِي مَكْرًا وَلَا تَوَلَّنِي  
 غَيْرَكَ وَلَا تُنْسِي ذِكْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِي مِنْ الْغَافِلِينَ۔ قَالَ



النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ إِذَا أَدَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ  
فَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ إِلَى قَوْلِهِ أَسْلَمْتُ  
إِلَيْكَ فَإِنَّكَ إِنِ اسْمَيْتَ لِيكَ أَسَيْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ إِنَّ عَلَى اللَّهِ  
الْحَقَّ وَإِنْ أَصَحَبْتَ أَصَحَبْتَ خَيْرًا - هَذَا حَدِيثٌ إِذَا أَخْرَجَهُ  
الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَثْمَةِ -

ترجمہ :- اے اللہ! میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیری طرف  
ہی متوجہ ہوتا ہوں۔ اور اپنے تمام امور کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں اور اپنا سر تیرے  
حنور جھکاتا ہوں اور تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی ڈرتا ہوں۔  
تیرے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے۔ میں تیری کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تو  
نے نازل کی اور تیرے نبی پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجا۔ اے اللہ! مجھے ان اوقات  
میں بیداری دے جو تجھے زیادہ پسند ہیں۔ اور میں بہترین اعمال میں تیری طرف  
جھکتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے وہ اعمال دے جو تیرا قرب عطا کریں اور تیرے عذاب  
سے دور کر دیں۔ میں تیرے بعد دوسرے کو اپنا مالک تسلیم نہیں کرتا۔ اور تیری یاد سے  
غافل نہیں رہتا۔ اور مجھے غفلوں میں سے نہ بنانا۔

حنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں نے! جب تو سونے لگے تو یوں  
کہا کرو۔ اللہم انی اسلمت نفسی الیک آخر تک پڑھے۔

اس حدیث کو بخاری شریف اور دیگر آئمہ احادیث نے بیان فرمایا ہے۔  
اس ذکر میں مشغول رہتے ہوئے۔ نیند میں جاتے۔ جو نہی بیدار ہو پھر ذکر میں  
مشغول رہے۔ پھر سو جاتے نو مراً العالم اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ  
تعالیٰ الموفق۔



فصلیت ذکر خفیہ مکیفیہ | اس طریقہ عمل کو ہمارے خواجہ رحمہ اللہ وقت

پاک میں آیا ہے اجمعوا وضوء کعبہ ظاہری اور باطنی طہارت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تمام بُری باتوں سے اجتناب کیا جائے جسد عداوت بخل غیر اللہ سے محبت سے پرہیز ضروری ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے مالا مال کرنا چاہیے جو دل بُرے اوصاف سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور نیک عادات و اوصاف سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو سالم اور کامل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام بلاؤں اور مصائب سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک دنیا کے مصائب سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی جب دل سالم اور کامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ اتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ یعنی قیامت کے دن مال و اولاد کسی کو فائدہ نہیں دے سکیں گے۔ مگر وہ شخص جو قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ وہی اللہ کی رحمت سے واصل ہو گا۔ سالم دل کی صفت تو یہی ہے بزرگوں نے کہا ہے:

ز غیرت خانہ دل را ز غیرت کردہ ام خالی

کہ غیرت را نخی شاید دریں خلوت سرا رفتن

اکابر نے کہا ہے کہ تمام عبادتوں سے مقصد ذکر خداوندی ہے۔ ذکر جان کی طرح ہے۔ اور عبادت جسم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر عبادت ذکر خداوندی سے خالی ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے خواجہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس بیت کو بطور تعویذ لکھا کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے تو صحت یاب ہو جائے گا۔

تاروتے تر بدیدم اے شمع طراز نے کار کتم نہ روزہ دارم نہ نماز

چول بے تو بوم نماز من جملہ فجار در باتو بوم فجار من جملہ نماز



یاد رہے کہ جس ذکر میں اخلاص نہ ہو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھے گا۔ اسے بہشت میں جگہ ملے گی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اخلاص سے مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کا کہنے والا حرام چیزوں سے پرہیز کرے۔ اس کلمہ کے ذکر کی برکت سے اس کے دل میں اصلاح ہو جائے گی۔ اس کے اقوال۔ احوال اور اعمال میں استقامت اور اعتماد پیدا ہو گا۔ اسے ظاہری اور باطنی استقامت حاصل ہوگی۔ اور تمام سعادتی اس کے حصہ میں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا۔ مجھے قسم ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پر ایمان لے آئے۔ اس شرط پر کہ وہ اس پر ثابت قدم ہو گئے۔ وہ ثابت الایمان ہیں۔ ظاہر و باطناً۔ انہیں اس کلمہ کہنے کا نتیجہ حاصل ہو گیا۔ یہ تو ظاہری استقامت کی بات ہے۔ یعنی انہیں شریعت کے احکام میں استقامت حاصل ہو گئی۔ استقامت باطنی سے مراد یہ ہے کہ انہیں ایمان حقیقی حاصل ہوا۔

ہمارے خواجہ رحمہ اللہ علیہ اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ دل کو تمام نفع و نقصان سے پاک کر کے دل کو بارگاہ رب العزت میں مشغول رکھ لیا جائے۔ اب دربار خداوندی سے انہیں یہ انعام حاصل ہو گا کہ تَنْزِيلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ تو اللہ کی رحمت کے فرشتے ان پر رحمتیں نازل کریں گے۔ اور کہیں گے: لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا۔ اب تم اس دنیا کے عذاب سے نہ ڈرو۔ اور اس دنیا کی رحمتوں سے محروم ہونے پر غناک نہ ہو۔ وَأَنْبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي



کنتم توعدون ؕ اب تمہیں اس بہشت کی بشارت ہو جس کا وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ پھر وہ فرشتے اس مومن کو کہیں گے: تَخُنْ أُولَیَّاؤُکُمْ فِیْ حَیَاةِ الدُّنْیَا۔ ہم اس دنیا میں تمہارے دوست ہیں۔ پھر فرشتے اس مومن کو کہیں گے: وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَهُیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ نَزْلًا مِّنْ عَفْوَہِمْ تَجِیْدُ۔ تمہارے لیے وہ تمام نعمتیں میسر میسر ہیں جن کی تم آرزو کیا کرتے تھے۔ وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ اور ماحضر کو نازل فرمانے والا ہے۔ یہ فرشتے ان لوگوں کے سامنے ان نعمتوں کو ایسے سجادیں گے جس طرح مہمان کے سامنے سجائی جاتی ہیں جنت کی تمام نعمتیں پیش ہوں گی۔ ان میں لغائے باری تعالیٰ بھی ہوگا۔

اگر ذکر اخلاص سے خالی ہو۔ تو اس کا اتنا فائدہ نہیں ملتا۔ بلکہ بعض اوقات خوفناک نتائج کا باعث بنتا ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَلْبُہٗ عَنِ الْاٰیٰتِ عَنْ اللّٰہِ فَخَصِمَ فِی الدِّیْنِ اللّٰہِ۔ جو شخص اللہ اللہ کہتا ہے مگر اس کا دل اس کے احکام کی اتباع سے غافل ہے۔ تو وہ اس جہاں میں اللہ سے دشمنی مول لیتا ہے۔

آیات و احادیث کے فضائل بے حد و

فصلیت آیات و احادیث | حساب میں۔ مجمل بات یہ ہے کہ انہیں

یاد کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذکر الہی سے پورا فائدہ تو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی مردِ عارف سے اجازت حاصل کی جوتی ہو۔ ہمارے خواجہ رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو لوگ ارشاد و تلقین میں مشغول ہیں۔ وہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

کامل۔ مکمل۔ کامل مقلد۔ کامل بحال۔

کامل مکمل وہ ہیں جو بقول خواجہ محمد علی قطب المشائخ حکیم ترمذی چاروں



عالم کی ولایت کے مالک ہوتے ہیں۔ کامل مکمل خود نورانی ہوتے ہیں۔ اور نور بخشے بھی رہتے ہیں۔ بعض کامل نورانی تو ہوتے ہیں مگر نور نہیں بخش سکتے۔

کامل مقلد اپنے شیخ کے حکم سے کام کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنے شیخ کی اجازت سے کامل مکمل ہو جائیں۔ تو انہیں امید کامل ہوتی ہے۔ لیکن فائدہ اسی میں ہوتا ہے۔ کہ وہ یقین کامل سے کمال تک پیدا کریں۔ یہ وجود کا حکم رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ قطب وقت ہوتا ہے۔ یا قطب وقت کے خلفاء میں سے۔ وہ ہر حالت میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اس کیفیت سے ذکر کرتے ہیں۔ جیسے انہیں تلقین کی گئی ہو۔ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ذکر الہی میں مصروف رکھتے ہیں۔ خاص کر صبح سے پہلے اور شام کے بعد۔ فقیر کو عارف رومی کی زبان میں بتایا گیا تھا:

اذ ذکر ہی نور زاید ماہ را در راہ حقیقت آوارہ و گمراہ را  
ہر صبح و نماز شام و در خود ساز خوش گفتن لا الہ الا اللہ را  
جو صبح و شام ذکر خداوندی میں مشغول رہے وہ ہر طرح ذکر ہوتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ وَ اذْکُذِّرَ بِکَ تَضَرُّعًا وَ خِیْفَةً وَ ذُوَاتِ الْجَوَارِ مِیْنِ الْقَوْلِ بِالْخُدُوْءِ وَ الْاَصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِیْنِ الْغَافِلِیْنَ  
ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کو یاد کرو۔ نہایت تضرع اور مسکینیت کے ساتھ۔ بغیر اس کے آواز بلند ہو۔ صبح یاد کرو۔ شام کو یاد کرو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

بعض مفسرین بیان کرتے ہیں کہ غدو و آصال سے مراد رات اور دن ہے۔ اور شب و روز علی الدوام خفیہ ذکر میں مشغول رہو۔ معلوم رہے کہ پانچ آیات اور احادیث میں ذکر با آواز بلند کی ممانعت ہے۔ بلکہ حکم ہوا ہے کہ خفیہ طور پر ذکر کیا جائے۔ اسی طرح دوسری آیات میں بھی مذکور ہے: قَالَ اللّٰهُ نَفٰلِیْ اَدْعُوْا



ہر ایک تصور عاقل و خفیہ یعنی اپنے اللہ کو خفیہ اور انکساری سے پکارا جائے۔  
 اِنَّ لَا یُحِبُّ الْمُتَعَدِّیْنَ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا  
 تفسیر امام نجم الدین عظم منظر میں اسی آیت کریمہ کے معانی حضرت ابو موسیٰ اشعری  
 رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیے گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ایک بار صحابہ کرام حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھے۔ ایک بلندی پر پہنچے تو سب نے نعرہ بکیر بلند  
 کیا۔ حضور نے بلند نعرہ سن کر فرمایا: اَیْہَا النَّاسُ اتَّقُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ  
 اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَحَدًا وَلَا غَیْبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا  
 قَدِیْرًا وَہُوَ مَعُکُمْ اے لوگو! اپنا خیال کرو۔ بلند نعرے نہ لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ  
 کو اپنے دلوں میں یاد کرو۔ تم بہرے اور غائب کو نہیں بلا رہے۔ بلکہ اسے پکار رہے  
 ہو جو سنتا ہے اور نزدیک بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔  
 اسی بنا پر علماء نے کہا ہے کہ بلند ذکر بلا دلیل ہے۔ مشایخ کہتے ہیں کہ ذکر خفیہ  
 بہتر ہے۔

نعرہ کم کن زماں کہ نزدیک است یار

کہ ز نزدیک کی گماں آید حصول

ہمیشہ ذکر و فکر سے ہی وقوفِ عدوی کا مقام نصیب ہوتا ہے۔ اور دل  
 ذکر ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ سے میں نے سنا ہے۔

دل چوں ماہی و ذکر چوں آب است

زندگی دل بند کر و تاب است

جب دل ذکر ہو جاتا ہے۔ تو اس کی علامت ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں

اس کے بعد وقوفِ قلبی میں مشغول رہے۔ اب ہم اس کے فوائد بیان  
 کرتے ہیں:



میں نے حضرت خواجہ رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ **الذکر**  
**ارتفاع الغفلة فإذا ارتفع الغفلة فانت ذاكر**۔  
 ترجمہ: ذکر سے غفلت دور ہوتی ہے اور جب غفلت دور ہو جائے تو انسان  
 ذکر بن جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی زبان خاموش ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھے۔ **وقوف**  
 قلبی کی رعایت ایک مہم ہے۔ وہ ہر حالت میں رہنی چاہیے۔ کھاتے وقت۔ سوتے  
 وقت۔ چلتے وقت۔ خرید و فروخت کے وقت۔ حتیٰ کہ طہارت کرتے وقت۔ نماز  
 پڑھتے وقت۔ قرآن پڑھتے وقت۔ کتابت کرتے ہوئے۔ وعظ کرتے ہوئے۔ چاہیے  
 ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ **مَنْ غَفَلَ غَيَّبَ**  
**بِهِ اللَّهُ لَا يَصِلُ إِلَهُ طَوْلَ عَمْرٍ** (ترجمہ: جو شخص ایک لمحہ کے لیے  
 بھی اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ اپنے مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اتنی لمبی عمر  
 میں یہ اہتمام بڑا مشکل کام ہے۔ اور باطن پر نظر رکھنا نہایت دشوار ہے تاقتیکہ  
 اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو۔ اور خاصانِ خدا کی نگاہ نہ ہو۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق  
 گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ والوں کی صحبت میں جو ہم سبق اور ہم سلسلہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے  
 کے فکر بھی نہیں ہوتے۔ اور شرائطِ صحبت بھی قائم رکھتے ہوں۔ تو شیخ کی ایک  
 ہی نگاہ سے باطن کا مکمل تصفیہ ہو جاتا ہے۔ یہ نگاہ اتنا اثر رکھتی ہے۔ کہ چالیس سالہ  
 عبادات اور ریاضات سے وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ عارفِ رومی قدس سرہ  
 فرماتے ہیں:

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین  
 طعنہ زندہ بود بہ سحرہ کند بر حیل



شیخ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کا یہ قول کتنا جامع ہے: اصبحوا  
 مع اللہ فان لم تطيقوا فاصبحوا من الصبح مع اللہ  
 یعنی اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اگر اللہ کی صحبت میسر نہ آئے۔ تو ایسے شخص سے صحبت  
 اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ سے صحبت میسر ہو۔ خواجہ غلام الدین عظیم تریہ فرمایا کرتے  
 تھے کہ یہ بات فنا کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر اللہ سے صحبت نصیب نہ ہو  
 سکے۔ تو اہل فنا سے صحبت اختیار کرو۔ اِذَا تَحَيَّرْتُ شُدِّي الْأُسُودَ فَاسْتَعِينُوا  
 باہل القبور (جب تم کسی حیرانی میں مبتلا ہو جاؤ تو اہل قبور سے مدد طلب کرو)  
 حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ اہل فنا کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔  
 لیکن اگر یہ امداد اغراض و لالچ یا خیالات فاسدہ کی تکمیل۔ یا دنیا کا مال و جاہ جمع  
 کرنے کے لیے یا اہل دنیا کی دل جوئی کے لیے حاصل کی جائے تو ایسی صحبت اجتناب  
 کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ عبدالحق بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ صحبت نا آشنا سے اس طرح  
 بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔ اگر صحبت میں اہل باطن سے مشغول ہو تو ظاہر  
 میں غیر اللہ سے بھی پرہیز کرو۔ باطنی صحبت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ روحانی  
 فیضان دل میں اثر کرتا ہے۔ اور ماسوی اللہ سے خلاصی پاتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت      وز تو زہد ز صحت آب و گلت

سے صحبت گریزاں می یاش      ورنہ ننگہ روح عزیزان بکلت

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے: تَتَّانُوا تَجْلِسُ  
 فَتُؤْمِنُ سَاعَةً۔ آؤ! باہم مل کر بیٹھیں۔ اور چند لمحے ایمان حقیقی سے  
 مشرف ہو جائیں۔ یہ ماسوی کی نفی ہے۔ اللہ کے دوستوں کی صحبت کے  
 بے شمار فائدے ہیں۔



نار خنداں باغ را خنداں کسند

صحبت مردانت از مرداں کسند

جب وقوف قلبی قائم ہو جائے۔ اور ذکر کا خاصہ حاصل ہو جائے چشم بصیرت  
وا ہو جائے۔ بارگاہ دل اختیار کے کانٹے سے خالی ہو جائے۔ ذاکر بحر فنا میں محو ہو  
جائے۔ فا ذکر و لی اذ کر کہ کے شرف سے مشرف ہو جائے لَا یَسْعُنِیْ  
أَرْضِیْ وَلَا کُنْ یَسْعُنِیْ بِقَلْبِ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ اِیْنِ زَمَیْنِ وَ آسْمَانِ  
میں نہیں سما سکتا لیکن میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں ا کے وعدے  
کے مطابق اہل اللہ کے سلطان کا جمال تجلی کرتا ہے۔ ذاکر سالم اسم مسکمی سے مشغول  
ہو جاتا ہے۔

ایک دن ہمارے خواجہ کدس سرہ کی مجلس میں اصحاب سلوک میں سے ایک صاحب  
نے بلند آواز سے اللہ کہا۔ حضرت خواجہ فرمانے لگے۔ یہ کیا غفلت ہے۔ عَلِمَ مَنْ  
عَلِمَ فَهَمَ مَنْ فَهَمَ۔ (جاننے والا جانتا ہے اور سمجھنے والا سمجھتا ہے)  
حقائق التماسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے اکابر میں سے ایک کو کسی نے پوچھا کہ بہشت  
میں ذکر ہو گا یا نہیں جو آپ نے فرمایا ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت نہ رہے۔ چونکہ  
بہشت میں غفلت کا عمل دخل نہیں۔ اس لیے ذکر کی کار فرمائی ہوگی۔ اس کے  
بعد آپ نے فرمایا۔ اہل تحقیق اس بات پر متفق الرائے ہیں کَفَافٍ حُؤْبًا اِنْ  
اَنَا جِلَّتْ ذَا یَا کَافٍ بَعِیْدًا اَوْ کَانَ غَایِبٌ یَعْنِیْ یَا بَاتِ گناہ  
کے مترادف ہے کہ میں تجھے ذکر و مناجات کے دوران زبان سے یاد کروں۔ یعنی  
بے حضور ہو کر تیرا نام لوں۔ کیونکہ میں تیری جناب کے علم سے دور نہیں ہوں اور  
تو مجھ سے غائب نہیں ہے۔ یہ اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے تَحْنُتُ  
اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔



وقوفِ عدویٰ میں دل آنکھوں سے نہیں دھڑکتا اور سر اور گردن خم نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ اشارات بھی مخلوق کی اطلاع کے لیے ہوتے ہیں۔ ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تواتنی سی جنبش سے بھی منع فرمایا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جو سر اور گردن جھکاتے بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا یا رسول اللہ! اِنَّمَا فَمُعْتَلَّاتٌ اَعْمَالُ اللہ کے بندے! اپنی گردن کو اٹھالے۔ اور یوں دکھائی دینا چاہیے کہ اہل مجلس میں سے کسی کو اس حال کی خبر تک نہ ہو۔

بعض اکابر نے کہا ہے الصوفی ہذا لکاحن الباہن صوفی وہ ہوتا ہے کہ پوشیدہ بھی ہو اور آشکارا بھی۔ یعنی باطن میں تو وہ اللہ سے مشغول ہو۔ ظاہر میں وہ خلق سے آشنا نظر آئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ اکثر کہا کرتے تھے۔

ازدروں شو آشنا و از بروں بے گانہ باش  
ایں چنین زیبا روشش کمے بود اندر جہاں!

مرداں رہش بہ ہمت دیدہ روند

زاں دروہ عشق ہیچ اثر پیدا نیست

آپ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ایک بار دو صاحبِ بصیر و دانشمندوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں ان کی صحبت میں رہا۔ وہ صاحبِ کمال ہونے کے باوجود مجھے پہچان نہ سکے کیونکہ جب بندہ اس طرح جاتے تو اس کو کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ خاص کر اہل دل کو ذکرِ خفی کی حقیقت و قوفِ قلبی سے ہی میسر آتی ہے۔ وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ ذکر میں مشغول



ہے یا نہیں۔

اکابر میں سے ایک کا قول یہ ہے اذا علم القلب ان ذا کر  
فا علم انه غافل ر اگر دل کو پتہ چل جائے کہ وہ ذا کر ہے تو جان لو  
کہ وہ غافل ہے۔ حقائق التفسیر میں لکھا ہے۔ اور آیت وَاذْکُرْ مَبْلَکَ تَضَرَّعاً  
و خفیف کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں الحسن لا یطرد ذکرک لنفسک  
فَتَطَلَّبْ عَوْضاً و اشرف الذکر ما لا یشر بعلیه الا الحق۔ ایک اور  
بزرگ فرماتے ہیں ذکر اللسان ہذیان۔ و ذکر القلب و سوسہ  
از زبان کا ذکر تو ہذیان ہے۔ اور دل کا ذکر و سوسہ ہے۔ یہ مقام منتہی حضرات کا ہے۔

دل را گفتم بیاد او نشا و کنیم

من چوں ہم او شد مکر ایاد کنیم

ہمارے حضرت خواجہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب ہم کعبۃ اللہ کے مبارک  
سفر سے واپس آرہے تھے تو ہم ولایت طوس میں پہنچے حضرت خواجہ علاء الدین  
اپنے احباب و اصحاب کے ساتھ بخارا سے ہمارے استقبال کو آئے ہوئے تھے۔  
ملک معز الدین حسین والی ہرات کی طرف سے ایک قاصد نے اس کا ایک خط ہمیں  
دیا جس میں لکھا تھا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کروں لیکن  
میرا اس وقت آنا نہایت دشوار ہے۔ اگر آپ از رہ کرم گستری اس طرف قدم نہ  
فرمائیں تو بندہ نوازی ہوگی۔ وَاَمَّا السَّابِلُ فَلَاتَشْهَدُ رَسَائِلُ کو جھڑکا  
نہیں چاہیے"

ہمارے دل میں خیال آیا کہ اِذَا مَا أُیْتَبِلٰی طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا  
جب تم کسی کو میرا طالب پاؤ تو اس کے خادم بن جاؤ ا کے فرمان کے مطابق ہمیں  
آگے جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم ہرات کو روانہ ہوئے جب ہم اس کے ملک میں پہنچے



تو اس نے پوچھا کیا آپ کو یہ بزرگی، ورثے میں ملی ہے؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ سماع یا ذکر بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اور خلوت میں بیٹھتے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ کہنے لگا۔ درویشوں کا تو یہی طریقہ ہے۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ ہم نے بتایا کہ جذبہ عنایت حق ہمیں ملا ہے اس نے ہمیں تو بغیر کسی مجاہدے کے قبول فرمایا ہے۔ یہ ساری مہربانی ہمارے خواجہ عبدالحق مجددی رحمۃ اللہ کے اشارہ حقانیہ سے میسر آئی ہے۔ وہ بھی ایسی چیز کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ پھر وہ کیا کرتے تھے؟ ہم نے بتایا کہ ظاہراً وہ مخلوق خدا سے وابستہ رہتے تھے۔ اور باطناً اللہ سے پیوستہ تھے۔ بادشاہ نے کہا کیا ایسے بھی کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا۔ ہاں سب کچھ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **لَا تَلْهِنُهُمْ تِجَارَةٌ وَذَلَالَتٌ بَيْنَهُمْ** عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ رَايَے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الہی سے نہیں روک سکتے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ خلوت شہرت اور شہرت آفت ہے۔ حضرات خواجگان کا قول ہے۔ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن۔ ہوش در دم۔ نظر در قدم ضروری ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ جو حضوری اور ذوق بلند ذکر سے میسر آتے ہیں۔ وہ دیر پا نہیں ہوتے۔ وقوف قلبی پر قائم رہنے سے جو جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی جذبہ اور سماع سے کام تمام ہو جاتا ہے۔

کرمی مجو لا از آتش درونی !

نقلی نمازوں کے متعلق چند ارشادات | ایک دن حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے بندے حضرت یعقوب چرخ فی رحمہ اللہ

کو فرمایا کہ نماز صبح سے پہلے سبق باطن میں مشغول ہوا کرو۔ یہ اشارہ نماز تہجد کی ادائیگی کی طرف تھا۔ کیونکہ خواجگان کبیر نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم







حدیث پاک میں آیا ہے کہ سحر کے وقت یہ دعا بہت دفعہ پڑھنی چاہیے اللہم  
اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ  
ایک اور آیت کریمہ میں ہے تَتَجَافَىٰ جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَعْنِي اِنْ  
خدا ترس مومنوں کے پہلو آرام سے محروم رہتے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ شب بیدار  
یا عبادت گزار رہتے ہیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ رَابَعَهُمُ وَاللّٰهُ كُوْپَكَرْتُمْ رَهْتُمْ  
ہیں خَوْفًا وَطَمَعًا۔ اللہ کے خوف سے اور اُس کی رحمت کی آرزو میں روتے  
ہیں۔ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اسے  
خرچ کرتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِّمْلُوقَاتٍ مِّنْ كُوْنٍ يَّهِيْ جَانَا مَات  
اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُدْرَةٍ اَعْيَنَ وَه چیزیں جو ان کے لیے پوشیدہ کی گئی ہیں ان  
سے آنکھوں سے روشنی آتی ہے۔ اور وہ خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔



جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یہ مراتب اور نعمتیں ان کے اعمال کا ہی نتیجہ ہیں  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا، عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّ  
 دَابَّ الْقَالِ لِحَيْنِ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى مَا تَبْكُرُونَ مَكْفَدَ السَّيِّئَاتِ  
 وَمِنْهُم مَّنْ عَنِ الْإِشْبِ يَعْنِي تَهَارُءَ لَيْلٍ مُّزَوْرِي هِيَ كَرَاتٍ كَوْبِدَارٍ رَّهْوَرِي نِيك  
 لوگوں کا طریقہ گاہی ہے۔ انبیاء اور اولیاء شب بیدار ہوتے تھے۔ تم بھی شب بیداری  
 کو اپنالو۔ شب بیداری سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی رحمت کی قربت حاصل  
 ہوتی ہے۔ یہ گناہوں کے کفارے کا سبب ہے۔ یہ گناہوں سے لوٹ آنے کی علامت  
 ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے أَقْرَبُ مَا يَكُونُ اللَّهُ مِنَ الْعَبْدِ  
 فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ بِعَيْنِي اللَّهُ كِي رَحْمَتٍ مِنْ قَرِيبٍ تَر  
 ہونے کا وقت تو ادھی رات ہے۔ جب کہ سحر نزدیک ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے قریب  
 تو اسی وقت یا دُخداوندی کے لیے بیدار رہو۔ رات کو بے دار ہونے والوں  
 کے فضائل میں بہت سی احادیث ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک بیان کریں گے۔

حدیث پاک میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو شب بیداری  
 کا ارادہ کرتے تو مسواک فرماتے۔ وضو کرتے۔ اور پھر یہ آیت پڑھتے اِنِّیْ فِیْ خَلْقِ  
 السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ تَاْخِرُ سُوْرَةُ الْحَمْدِ اَللّٰهُ  
 اُوْرِیْہِ دُعَا پُر حنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ فِیْمَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ  
 وَ مَنْ فِیْہِنَّ وَ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْہِنَّ  
 وَ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُكَ الْحَقُّ وَ لِقَاؤُكَ حَقٌّ وَ قَوْلُكَ حَقٌّ  
 وَ الْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ اِلٰہٌ مُّحَمَّدٌ حَقٌّ  
 اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ اَمَنْتُ وَ عَلَیْكَ تَوَجَّلْتُ وَ اِلَیْكَ اَنْتَ وَ بِكَ



خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَأَغْفِرْ لِي مَا قَدْ مَنُتُ وَمَا أَخَذْتُ وَمَا  
أَمَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمَوْجِدُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس دعا کے بعد بارہ رکعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور چھ بار سلام کہنا چاہیے  
اگر سورہ یسین یاد ہو تو نماز تہجد میں پڑھنی چاہیے۔

حضرت عمرؓ یزان رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ کہ جب تین دن جمع ہو جائیں تو بندہ  
مومن کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ دل شنب۔ دل قرآن۔ اور دل بندہ مومن۔ اگر وقت  
تھوڑا ہو تو آٹھ رکعت پڑھ لیں۔ یا چار رکعت۔ یا دو رکعت پراکتفا کریں۔ ان نوافل  
کے بعد دعا کرے۔ اور باطنی اسباق میں مشغول ہو جائے۔ حتیٰ کہ صبح نمودار ہونے  
لگے۔ نماز صبح کی سنتیں اپنے گھر میں ہی ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ اور قل  
یا ایہا الکفرؤن پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اس  
کے بعد ستر بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحق القیوم  
التوب الیہ پڑھے۔ اگر رات کا کچھ حصہ ابھی باقی ہو تو نماز تہجد ادا کرے۔ اور  
چند لمحے دائیں پہلو پر آرام کر لے۔ پھر تازہ وضو کرے۔ اور صبح کی سنتیں اور نماز  
فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کو روانہ ہو جائے۔ جاتے ہوئے راستے میں یہ کہے۔ اَسْتَغْفِرُ  
اللہَ مِنْ جَمِيعِ اَكْثَرِ اللہِ قَوْلًا وَفِعْلًا وَخَالِطًا مَسْجِدًا مَسْجِدًا  
ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔ اور کہے: السَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الْبَيْتِ  
اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ نماز صبح ادا کرنے کے بعد اپنی جگہ پر  
بیٹھا رہے۔ اور باطنی اسباق پڑھے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آئے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ  
لے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ بِجَمَاعَةٍ  
ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى مَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ



خَاجِرَ حَاجَّةٍ وَ عُمْدَةً ثَامَةً ثَامَةً - یعنی جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرے اور بیٹھ کر اللہ کو یاد کرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتے - اس کے بعد دو رکعت ادا کرے - اور استخارہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر مانگے گا تو اسے ریح اور عکرمہ کا پورا پورا اور مکمل ثواب ملے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا حَکَايَةُ عَيْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنُ آدَمَ رُكْعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ اكْفِكَ اخِذْهُ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے اولادِ آدم! میرے لیے دو رکعت نماز ادا کرو۔ پہلے دن تاکہ میں تمہیں آخری دن تمہاری دستگیری کروں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَعَدَ فِي مَعْلَاةٍ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يُصَلِّيَ رُكْعَتَيْنِ الصُّبْحِ لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا غَفَلَ عَنْ خَطَايَا وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ ثَمَانِينَ النَّبِيَّ جَوْنُحُ صَبْحِ كَيْ وَاقْتِ نَمَازِ اَدَا كَرِے كَا۔ اور نماز کی جگہ بیٹھا رہے گا۔ پھر اشراق کی دو رکعت ادا کرے گا۔ اور کلمہ خیر کے بغیر کچھ بھی زبان سے نہ کہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ اگرچہ وہ سمندروں کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ بعض مفسرین نے اِنْذَاهِيْمِ الذِّی وَفِیْ آيَتِ كِی تَفْسِیْرِ مِی لِكْحَا هِے۔ کہ حضرت ابراہیم نے دعا کی۔ یعنی نماز اشراق کو ترک نہیں کیا تھا۔ دو رکعت پڑھنے کے بعد دس بار کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہُ الْمَلِكُ وَلَہُ الْحُسْنُ وَ لَہُوْ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

حضرت سیف باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر کو یہ ذکر اس وقت بتایا۔ جب میں ان کے مزار پاک پر متوجہ بیٹھا تھا۔ مندرجہ بالا حکم دس بار کہنے کے بعد یہ دعا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر مانگے۔ جب مسجد سے باہر آئے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ پڑھے اور یہ پڑھتا ہوا اپنے گھر کو لوٹے۔ پھر تلاوت



قرآن پاک کو بے۔ اور حتی المقدور قرآن پاک پڑھے۔ اگر طالب علم ہو تو اسباق و درس میں مشغول ہو جائے اگر سالک ہو تو مراقبہ اور ذکر میں مشغول رہے۔ حتی کہ آفتاب بلند آجائے اور زمین گرم ہو جائے۔

نماز چاشت کی بارہ رکعت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صَلَّى إِثْنَيْ عَشَرَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ ترجمہ: جو شخص چاشت کی بارہ رکعات ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں چاندی کا محل بنائے گا۔ ایک روایت میں آٹھ رکعت بیان کیا گیا ہے۔ ایک میں چھ رکعت بھی بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّهُ كَانَ لَا اَدَا بَيْنَ غَفُوْرًا دُوْهُ اَدَا بَيْنَ كُوْبُخْشَنَ وَالْهَيْ اَلْکِ اَیْتِ کِ تفسیر کرتے ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اَدَا بَيْن سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز چاشت ادا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے صَلَوةُ الْاَدَا بَيْنَ جِئْنَ تَرْمُغُ الْفِصَالِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اَدَا بِنِ اس وقت پڑھنی چاہیے جب سنگریزے گرم ہو جائیں۔ اور اَدُنْی کا پچھڑا زین پر پاؤں رکھے تو جلنے لگے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نماز اَدَا بِنِ شام اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے۔ اور چھ رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔ اگر ہو سکے تو شام سے لے کر عشاء تک مسجد میں بیٹھے۔ اور باطن اسباق پڑھتا رہے کیونکہ اس کا بہت ثواب ہے۔ بحکم میرے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی طریقہ بتایا ہے۔

بعض فوائد حضرت خواجہ نے اس فقیر کو یاد کرائے ہیں وہ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں:

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر نے خود فرمایا تھا کہ جب تک لقمہ پاک نہ ہو اصل مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہم تو دریا بن گئے ہیں



خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کھانے سے احتراز فرمایا۔ اور غضب شدہ بکری کا گوشت نہیں کھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبُطْلِ** اے مسلمانو! ایک دوسرے کا مال دھوکے فریب سے نہ کھاؤ۔ یعنی شریعت نے اگر اجازت نہیں دی تو دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ صحابہ کرام نے نماز و روزہ میں اتنی کثرت نہیں کی۔ جتنی انہوں نے لقمہ حلال کھانے میں احتیاط کی تھی۔ وہ کہا کرتے کہ حدیث پاک میں ہے **الْعِبَادَةُ عَشْرَةٌ أَجْزَاءُ**۔ تسعة مینما طلب الحلال۔ یعنی عبادت کے دس حصے ہیں۔ ان میں سے نو حصے نولقمہ حلال کی طلب کا نام ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو بلند ہمت ہونا چاہیے۔ ماسوی اللہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے۔ اور دنیا کے واقعات پر مغرور نہ ہو جائے۔ طاعت کی قبولیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور نہیں ہے۔

چوں غلام آقا بم ہم آفتاب گویم

نہ بزم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

وہ اس بات کا خیال رکھے کہ منظر قبض و بسط ہو جائے **شِرُّ وَافٍ** **أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا يُبْعِرُونَ** دینر فرمایا: **الْقَبْضُ وَالْبَسْطُ فِي الْوَلَوِّ** حلال و حرام للشیء ولی اللہ میں قبض اور بسط ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لیے وحی کا آنا ضروری ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے۔ علو و تمت سے ہی پایا ہے۔ اس غلام کو جب آپ نے اپنی کلاہ مبارک عطا فرمایا تھا۔ تو فرمایا۔ اسے نگاہ میں رکھو۔ جب اسے دیکھو تو ہمیں یاد کریا کرو۔ اس کی برکات تمہارے گارے خانہ اپنی پر ہوں گی۔

ایک دن خواجہ علامہ الدین رحمہ اللہ شریف لائے۔ فقیر بڑا غمزدہ بیٹھا ہوا تھا۔ فرماتے لگے۔ تمہیں کس چیز کا غم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہی ہے فرمانے لگے۔ اس شعر کا کیا مطلب ہے؟



بازات نہادہ در صفا یتیم ہمہ موصوف صفت سحرہ ذاتیم ہمہ  
 تاد در صقیم جسمہ مایتم ہمہ چوں رفت صفت عین جیاتیم ہمہ  
 یہ اشعار حکیم سنائی قدس سرہ نے کہے تھے۔ اس کا مطلب بیان کر کے مجھے پوچھا  
 اب تم بتاؤ۔ ان اشعار کا کیا مطلب کرو گے۔ میں نے عرض کی۔ یہ تجلی ذات کی طرف  
 اشارہ ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ کا مطلب اسی سے واضح ہوتا ہے  
 پھر آپ نے فرمایا۔ اب تمہیں کس چیز کا غم ہے؟

جانا تو کجا و ما کجا یتیم

ایک دفعہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا کہ صَبَلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْلَمْ  
 مَنْ حَزَمَكَ وَاعْلَمْ غَمَّتْ ظِلْمَكَ۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ مطلب  
 یہ ہے جو تم سے کٹ گیا ہے اُس سے ملو۔ جس نے تجھے محروم کر دیا ہے۔ اسے تم دیتے  
 رہو۔ جس نے تمہیں ظلم کا نشانہ بنایا ہو۔ اسے معاف کر دو۔ یہ ساری باتیں نفس کی  
 خواہشات کے خلاف ہیں۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے  
 تھے کہ حدیث شریف میں ہے: الْفُقَرَاءُ جَلِيْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی اَيُّ الْمُتَّقِيْنَ  
 غَايَةِ الْقُذْبِ یعنی فقیر اور صبر کرنے والے اللہ کے ہم نشین ہیں۔ قیامت میں  
 وہ انتہائی طور پر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں گے۔ اس کی رحمت کے قریب ہوں گے۔  
 آپ نے فرمایا: فقیر و وقسم کا ہوتا ہے۔ اختیار می اور اضطراری۔ اضطراری اختیار می  
 سے افضل ہے کیونکہ اختیار می بندہ کی نسبت سے قریب ہے۔ مگر اضطراری محض  
 حکم خداوندی سے وارد ہوتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ فقر کے بغیر طاہر اور باطن کا  
 کام مکمل نہیں ہوتا۔

خواجہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام قرآن نفی وجود کی طرف  
 اشارہ ہے۔ حقیقت میں سنت کی متابعت اور طبیعت کی مخالفت بڑی مشکل

بات ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے  
 از انم گبرے خوانند کہ از مادر زنا کردم از اں مادر کہ من ز ادم و گبر بارہ شدیم خلیفہ



مادر سے مراد طبیعت ہے۔ اپنے اختیارات کو ترک کر دینے سے تمام جزئیات اور کلیات اللہ کے سپرد کر دینا ہے: لَا يَنْطِقُ وَلَا يَنْصُرُ كَايِهَا مَقَامُ هِيَ حَسَنَاتُ الْأَبْدَانِ مَسِيئَاتُ الْمُتَقَدِّمِينَ (عام لوگوں کی نیکیاں مقررہ بین کی برائیوں کے مشابہ ہوتی ہیں) اسے مراد وہ طاعت ہے کہ جو چیز برابر کے لیے نیک ہے۔ مقربانِ حق کے لیے گناہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ سالحوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض تو طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے اللہ کے فضل سے پالیتے ہیں۔ اور عمل کو ملاحظہ میں نہیں لایا جاتا۔ اور یہ طائفہ بہت جلدی اپنی منزل مقصود کو پالیتا ہے الحقیقۃً ترک ملاحظۃ العنبد۔ ہمارے پیر اور مرئی فرمایا کرتے تھے۔ عمل کو ترک نہ کرو۔ لیکن عمل کرو گراں بہا کرو۔ ہمارے خواجہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم بائیس سالک تھے۔ ان سب میں سے صرف مجھے فضل خدا تعالیٰ نے نوازا۔ یعنی مقام قطبیت تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا بیس سال ہو گئے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام بے صفتی پر مشرف فرمایا۔ اس مصرع میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تادور صفتیم جملہ ماتیم ہمہ !

میں نے خواجہ علامہ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نصایف میں لکھتے ہیں کہ بخارا میں ایک مجذوب ظاہر ہوں گے۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت سے چار دانگ عالم نصیب ہوں گے۔ اور وہ میں ہوں۔ فرماتے تھے میں دوبارہ حجاز مقدس گیا۔ اس طریقہ سے کہ کسی کو ایسے جانے کی قابلیت نہیں تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ اس آیت کریمہ میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مَتَّ ابْرَافِیْ کَیْفَ تَعْبِی الْمَوْتُ قَالَ اَوْ لَمْ تُوْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّسْطَمَنَّ قَلْبِیْ۔ اس میں مراد اطمینانِ قلب ہے۔ تاکہ حضرت ابراہیم منظر صفت جیا ہو جائیں۔ مزید فرمایا کرتے تھے: لَا تَخَافُوا وَا لَا تَحْذَرُوا اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَا لَہُمْ یَحْضَرُونَ



پھر انما المؤمنون اذا اذکذا لله وجلت قلوبهم آیات آپ میں  
کوئی تعارض نہیں رکھتے۔ کیونکہ پہلی آیت میں اولیاء اللہ کے حزن اور خوف کو سب  
کیا گیا ہے۔ اور وعدہ الوہیت کی صفت جمالی کی نسبت سے ہے۔ اور ایک  
اور آیت کریمہ فمن یکنف بالظلمة من بعد ما سوی الحق ہے حضرت  
خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ ہمارا روزہ ہماری نفسی ہے۔ ہماری نماز  
عنائت تذاہر گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اکا صحیح نمونہ ہے۔ فقیر کو یہ بیت  
آپ کی زبان سے ادا شدہ یاد ہے۔

تاروتے تراندیدم اے شمع طراز نے کارنم نہ روزہ دارم نہ نماز  
بے تو بوم نماز من جملہ مجاز چو باتو بوم فجار من جملہ نماز  
اس شعر کا مطلب یہ ہے۔ مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا  
ہے کہ جو عبادت اللہ کے لائق ہے۔ اس کا رد کرنا محال ہے۔ مَا قَدْ رُفَا  
اللہ حق تَدْبِرَا پھر مَا عَظُمُوا اللہ تعالیٰ حق تعظیم اس پر دلالت  
ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اگر تمہیں با عیب یا رکھی خدمت ہو تو بغیر یار کے  
رہو۔ یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

بندۂ خلق بگوشت آرزو نہ نوازی برود

لطف کن لطف کر بے گانہ شود خلق بگوشت

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اخلاص کی حقیقت فنا ہونے کے بعد ہی حاصل  
ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہوگی۔ تو اخلاص میسر نہیں ہو سکتا۔ یہ بیت  
پڑھا کرتے تھے:

ساقی قدمے! کہ نیم مستیم مخمور صبوحے اُسْتِیم

مارا تو بما کہ تا ما با خویشتم بت پرستیم

لَا الْحَمْدُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ عَلَى تَوْفِيقِ

الانعام وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْأَنْبَاءِ



## اصطلاحات نقشبندیہ

مولانا شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم جمعین نے اپنے طریقہ کی بنا گیا رہ کلمات پر کھی ہو کر وہ اصطلاحی ہیں اور اشغال و اعمال کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں (۱) ہوش دروم (۲) نظر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرو (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یادداشت۔ یہ آٹھ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہیں۔ (۱) وقوف زمانی (۲) وقوف قلبی (۳) وقوف عددی۔ اب میں ان کلمات کی اپنی حیثیت کے موافق شرح کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھ کو اور سب مسلمانوں کو ان پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے، کیونکہ مقصود علم سے عمل ہے۔

(۱) ہوش دروم سے مراد ہے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے اور تلاش میں رہے کہ کوئی سنس غفلت یا معصیت میں تو نہ گزرا، اگر معلوم ہو جائے تو استغفار کرے اور مبتدی کے واسطے بہت ضروری ہے کہ کوئی سنس اس کا غفلت میں نہ گزرے یہاں تک سنبھال رکھے کہ حضور دائمی کو پہنچ جائے اور وقوف زمانی بھی یہی معنی رکھتا ہے، اتنا فرق ہے کہ ہوش دروم مبتدی کے واسطے ہر وقت ہر لحظہ ہر لمحہ کی سنبھال ہے اور وقوف زمانی متوسط کے واسطے مناسب ہے کہ کچھ کچھ دیر بعد سنبھال کرے اور وقوف زمانی کو صوفیہ محاسبہ بھی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ڈرایا اور مابعد موت کے واسطے عمل کیا اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ اپنی حالتوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور ان کا وزن کرو قبل اسکے



کہ وزن کئے جائیں اور مستند ہو جاؤ عرض اکبر کے واسطے یعنی خدا کا سامنا جو قیامت میں ہوگا  
 اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، تمہاری کوئی چیز نہ چھپ سکے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کلام پاک  
 میں فرمایا ہے **وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوا لِمَنْ قَبْلُ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ**  
 (ترجمہ) اے بندو! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کے لئے اسلام لاؤ۔  
 اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، اور نیز قول اللہ تعالیٰ **كَالْيَوْمِ خُفِّتُمْ عَلَىٰ**  
**أَفْئَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَسْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ**  
 (ترجمہ) قیامت کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر کریں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے  
 بات کریں گے اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں اس بات کی جو کچھ کہ وہ کیا کرتے تھے، اسی  
 مطلب میں مولانا رومی فرماتے ہیں:

روز محشر ہر نہاں پیدا شود      خود خود ہر مجرم رسوا شود  
 قیامت کے دن چھپی ہوئی بات ظاہر ہو جائے گی      اور خود بخود ہر ظالم اپنی خطاؤں کے انکار چھوٹ جائے گا

(۲) نظر بر قدم، یعنی اپنی نگاہ پیروں کی طرف رکھنا۔ یہ ایک کلمہ ہے، لیکن بہت سی  
 خوبیوں سے پُر ہے، سب افضل بات یہ ہے کہ نہی نظر رکھنا سنت ہے، سالک کو چاہیئے  
 کہ اپنی نظر پاؤں کی طرف رکھے، تاکہ نامحرم عورتوں پر نظر نہ پڑے، حدیث شریف میں وارد  
 ہوا ہے کہ عورت نامحرم پر نظر پڑنا ایک تیرہ زہر آلودہ کہ بغیر طاقت کے چارہ نہیں نکلت  
 سے مراد نقصان ایمان اور رسوائی اور تباہی دارین ہے۔ دوسرے یہ فائدہ ہے کہ مکان ٹکان  
 وغیرہ وغیرہ کے رنگ رنگ اشیاء پر نظر پڑنے سے خیال متشر ہوتا ہے، اور کیوں جو  
 خدا کی طرف طالب کی ہوتی ہے اس میں فرق آتا ہے، قیست اس سے مراد یہ ہے کہ  
 بر اور نیکی کے قدم کو دیکھے کہ کونسا قدم غالب ہو، اگر برائی میں قدم آگے دیکھے تو کوئی فائدہ



پچھے ہٹائے، اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھائے، چونکھی مراد یہ ہے کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ تیری ترقی کا قدم کس جگہ ہے، پانچویں مراد یہ ہے کہ اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس نبی کے قدم کے نیچے ہے کہ جس کی تشریح فصل طریقہ مجددیہ میں درج ہے۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر	بہت سنت حضرت خیر البشر
چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیئے	کیونکہ یہ نبی کریم صلی علیہ وسلم کی سنت ہے
اندریں حکمت بسست و بشمار	ویدہ خواہد طالب حق آشکار
اس میں بہت سی حکمتیں ہیں	کہ جس کو طالب خدا صاف دیکھتا!
اتباع حضرت محمد مصطفیٰ	میرسانہ نزد حق حبل و علا
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی	اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے!

(۳۱) سفر و وطن اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی صفات بشریہ کو چھوڑ کر صفہ ملکیت کو حاصل کرے، یعنی طلب جاہ و مال، عجب، حسد، بغض، کینہ، تجسس، دل کو پاک کرے جب تک یہ خصال رذائل دل میں بھری ہوئی تو نور خدا کا گزر کیونکر ہو سکتا ہے، اسی واسطے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

صد تمنا در دل داری فضول	کے کند نور خدا در دل نزول
سینکڑوں رئیس لغو تو دل میں کھتا ہے	(تو پہا) کب خدا کا نور تیرے دلیں نازل ہوگا
اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،	

ہم خدا خواہی وہم دنیاے دوں	ایں خیال ست و محال ست جنوں
تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی	یہ محض خیال اور جنون اور محال است

جس چیز کی محبت سوائے خدا کے ہے، یہی اس کا بُت ہے، جب تک تنہا کو توڑ کر



خانہ خانہ بنائے گا، عند اللہ بت پرست کہلائیکا، اسی معنی میں حضرت ابو علی شاہ  
قلندہ فرماتے ہیں،

بت پرستی می کنی، ہم بت گری شد دولت رشک بتان آذری  
توبت پرستی کرتا ہے اور بت بنانا بھی ہے (تیک) کہ تیرا دل آند کے تیرے کیلئے باوث فلک ہو  
اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر در وطن سے مراد یہ ہے  
کہ سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر انفسی کی طرف سفر کر۔

حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے  
ہیں کہ ارشاد نبوی صلعم ہے کہ جس گھر میں تصویر مہلتی ہے اُس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں  
آتے، لہذا جس دل میں خیال غیر خدا ہے وہ دل بھی مستحق نزول رحمت نہیں ہوتا، اریہ المؤمنین  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزاج کھاتا  
اُس نے اسکو طلب دنیا سے باز رکھا، اور سب لوگوں سے وحشی کر دیا۔

کینہ و بغض و حسد حقہ و ریا! خود سری خود بینی و مکر و دغا

کینہ، بغض، حسد، حقہ اور ریا، خود سری خود بینی اور مکر و دغا

این خصال ناقصہ را دور کن (لحق) قلب خود از یاد حق محو کن

یہ بری عادتیں چھوڑ دے اور اپنے دل کو یاد خدا سے آباد کر

تا شود قلب سیر نور و ضیا تا شود خانہ دولت خانہ خدا

تا کہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہو جائے اور تیرا دل خانہ خدا بن جائے

(۴) خلوت و انجمن کا مطلب یہ ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول ہے

اپنے تمام حالات میں، یعنی کھانے، پینے، بات کرنے، پڑھنے، پڑھانے، چلنے پھرنے



**پختہ** اور سونے وغیرہ میں، چاہے حالت اسکی پاکی کی ہو یا ناپاکی کی، یہاں تک شغل  
 رہے کہ توجہ اللہ کی طرف راسخ یعنی خوب پختہ ہو جائے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند  
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور اشارہ ہے، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا بحال لَاتُلَہٰیہُمْ  
 بِتَجَارَتِهِمْ وَلَا بَیْعٍ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (ترجمہ: میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ  
 جن کو سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتا) اور دل بیاں  
 دست بکار اسی آیت شریف کا ترجمہ ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ  
 ارشاد فرماتے ہیں کہ سفر و وطن میں خلوت در انجمن کا مطلب حاصل ہو جاتا ہے، خلوت در  
 انجمن سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں میں اس کا جسم موجود ہے، اور دلیں سوائے خدا کے کسی کا  
 خیال نہ ہو اور یہ بات ساتھ بے تکلفی کے ہو، تو پھر لباس فقر ارشاد نشان مند ہونا اور ہمیشہ  
 متعلق بہ ذکر خدا رہنا اس طرح پر کہ لوگوں پر مخفی نہ رہے، اس میں اکثر دکھانے اور شانے  
 کا گمان ہوتا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جسے خواجہ میر درد  
 رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ نہ میں لباس عالموں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو عالم  
 کہیں اور نہ درویشوں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو درویش کہیں، اور نہ لباس ملامت  
 کا پہنتا ہوں جس سے عاقبت میں مواخذہ ہو، بلکہ عام لوگوں کا سا لباس پہنتا ہوں کہ جس  
 میں ان تمام باتوں سے بچا رہوں، جس طرح خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صحابہ کبار  
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ مثل عام لوگوں کے رہتے تھے، اور کوئی  
 شان درویشی وغیرہ کی ظاہر نہ کرتے تھے، اور یہی طریق حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ  
 علیہم اجمعین کا ہے، اور یہی مضمون حدیث قدسی کا ہے



دوداں داریم گویا پہونے یک باں پنہاں است در کہاے  
 باز کی قطع نہ کہتا ہوں (جیسے) ایک منہ خدا کے ہونٹوں میں ہی یعنی جو کچھ الہام خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں ہی کہتا ہوں  
 مولف عرض کرتا ہے :

عبد خالق پیشوائے عارفان ایں چنین سرود بہر طالبان  
 حضرت عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے : طالبان حق کیلئے  
 ایں نصیحت بشنوید از گوش دل کرنے آید دریں جا گوش رگل  
 (چنانچہ) اس نصیحت کو دل لگا کر سنو یہاں مٹی کے کان کام نہیں آئینگے  
 بندگاں باید کہ در وقت سخن قلب با حق قالب در انجمن  
 بندوں کو چاہیے کہ بات حیت کرنے وقت (چال کچا) دل خدا کے ساتھ ہو اور جسم محفل میں  
 ۵۔ یاد کرو : یاد کر دے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرے۔ ذکر اسم ذات کا  
 یا نفی اثبات کا یعنی کلوشریف کا کہ جو مرشد سے پہنچا ہوا اور ذکر اس قدر کرے کہ حق تعالیٰ کی  
 حضوری حاصل ہو جائے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقصود ذکر سے یہ ہے کہ  
 دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر رہے : بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی  
 یاد و رفع غفلت کا نام ہے حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

باشش دائم اسے پس در یاد حق گر خبر داری ز عدل و داد حق  
 اسے عورتا ہمیشہ یاد حق میں رہا کر اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے  
 ۶۔ باز گشت : باز گشت یعنی رجوع کرنا پہنچنا۔ اس سے مراد ہے کہ تھوڑے  
 تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار تسبیحات کی طرف رجوع کرے کیونکہ یہ دعا حضرت  
 خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہے : اللہی مقصود من توئی در ضائے تو بہجت معرفت خود بہدہ یعنی



اسے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری خوشنودی اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ہمارے حضرت والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو بار بار پڑھنا شرط عظیم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ طالب کو نہیں لازم ہے کہ اس سے غافل رہے اس واسطے کہ جو ہم نے پایا اسکی برکت سے پایا، مقصد اس دعا کا یہ ہے کہ جو ذکر فکر سے سرور یا کوئی نوری یا کوئی چیز عالم غیب کی نظر آئے تو طالب اس پر مغرور نہ ہو اور اس کو اپنا مقصد نہ سمجھ لے، کیونکہ ذات خدا تو کجا اسما و صفات الہی میں سے ایک صفت میں اگر لاکھوں برس سیر سالک ہے، جب بھی ختم نہ ہو، لہذا یہ دعا سب کو قطع کر کے ذات حق سے قریب کرتی ہے اسی وجہ سے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے

ہر صدمہ شد و شنیدہ شد دانستہ شد آن ہم غیر است تحقیق کلامی آن بایکڑ  
جو کچھ دیکھا جائے اور سنا جائے اور جان جائے وہ غیب خدا ہی کلام طیبہ کے لئے سب کی نفی کر دینی چاہیے  
اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگمیت ہرگز بڑے می رسی بڑے مالیت  
اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہ میں جب کسی گارہ پہنچ جائے اسکو نہایت جاگرت ٹھہر  
، نگہداشت، نگہداشت مراد ہے کہ ذکر حق خطرات اور احادیث نفس کو ہانکے  
اور دو کرے، یعنی جو خیالات اور وسوسے دلیں غیر خدا کے آئیں تو سالک ان کو نہ آنے دے  
اسی واسطے خواجہ بزرگوار محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرہ کو اس کے  
ابتداء ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ہر بوجھ کے نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس  
میں اثر کر گیا، پھر اس کا دور کرنا مشکل ہوگا، یہ نگہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے کے ملکہ خلوت مخدّہ ذہن کا  
خطرات و وساوس کے خطور کر نیے، یعنی دنیا کے خیالات و لہر نہ جہیں اور دل شل آئینہ کے صاف



ہے اور جو فیضانِ باطن آئے، اسکا عکس دل میں پڑے اور جب آئینہ دل خالی نہیں ہے تو اس میں  
 ظہورِ انوار و بکاتِ الہی کہاں ہو سکتا ہے چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،  
 پنہ دسواکس بیروں کن زگوش تا گوشت آید از گردوں خروش  
 دوسوں کی روئی کان سے باہر نکال تاکہ سرِ مکان میں آسمان سے آواز نہ آئے  
 تاکہ نہی فہم آن معہ باش را تاکہ نہی اور اک ابر فاش را  
 تاکہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے اور تاکہ تو راز کی باتوں کو جان سکے  
 حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطرہ کو دل میں سلعت  
 دو ساعت بھی نہ رکھنا چاہیے، بزرگوں کے نزدیک یہ ابراہیم ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت  
 آزاں حاصل رہتی ہے، یعنی عرصہ تک۔

عبد خالق پیشوائے اولیاء برگزیدہ رہنمائے اقیاب  
 حضرت عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء پیشوا (اور) مقبول بندہ خدا کے اور مقبول کے راستہ دکھلائے  
 ایں جنیں سرود بہر موشاں (یعنی) از خدا غافل مشو تو یک زماں  
 انہوں نے اس طرح فرمایا ہے مومنوں کیلئے کہ خدا سے تھوڑی دیر بھی غافل نہ رہے  
 کوشش آدر دل نیاید فکر غیر نے رو و سرِ دل طالبِ بغیر  
 اسکا کی کوشش کہ نیرے دلیر خیال غیر خدا نہ لے اور طالب کے دکھائیے کہ خدا کے کس طرف جائے

۸۔ یادداشت: یادداشت سے مطلب یہ کہ توجہ صرف جو خالی ہے الفاظِ اقدس سے  
 واجب الوجود کی حقیقت کی طرف مستقل ہو جانا اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فلسفہ میں  
 اپنے والد بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے کہ حق بات یہ ہے کہ ایسا توجہ بنانا  
 بالاستقامت حاصل نہیں ہوتا، مگر بعدِ فتنے تام اور بقاء کے کامل کے انشاء اللہ تعالیٰ قلم تام اور



بقائے کمال کی شرح فصل ولایت صغریٰ میں کی جائیگی، اگر ضرورت ہو تو اس جگہ دیکھ لینا چاہیئے:

سوال: یاد کرو، نگہداشت، یادداشت، ان میں کیا فرق ہے؟

جواب: یاد کرو، نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کی طرف مخاطب ہوتا ہے

اور یادداشت میں بلا کوشش خود بخود قلب خدا کی طرف مشغول و مخاطب رہتا ہے:

یادداشت حاصل شود بعد از فنا      بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

یادداشت ثنائی نام کے بعد حاصل ہوتی ہے      بلکہ بعد بقائے کمال کے

بعد از میں غافل نہ باشد یک زل (منقبت)      خواہ باشد فرح و غم سود و زیان

اس کے بعد قوتی دیر بھی خدا سے غافل ہے      خواہ اسے خوشی ہو یا رنج فائدہ ہو یا نقصان

در جماعت اولیاء داخل شود      نزد جہ طوق او داخل شود

وہ شخص جو فنا و بقا سے شرف پہنچاؤں کی      اور متفقہ طور پر وہ داخل بحق ہے

۹۔ وقوف زمانی - وقوف زمانی کی شرح ہوش در دم میں ہو چکی ہے

ہوش در دم اور وقوف زمانی یہ قریب قریب ایک ہی مطلب پر ہیں۔

۱۰۔ وقوف عددی - وقوف عددی سے مراد ہے واقف رہنا سالک کا اثنائے

ذکر میں جب ذکر حق کرے تو طاق یعنی وتر کرے جیسے ۳۔۵۔۷۔۹۔۱۱ وغیرہ اس میں سب

ہے ذات حق کیساتھ، کیونکہ ارشاد ہے اللہ وتر و یحب البو تر (ترجمہ: خدا ایک ہے

اور اکیلے کو دوست رکھتا ہے۔

۱۱۔ وقوف قلبی: وقوف قلبی سے مراد ہے کہ سالک ہر وقت ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب



طرف توجہ دیجائے اور خطرات اور وسوسے دل میں داخل نہ ہوں خصوصاً وقت ذکر کے اسکا پورا  
 پورا خیال رکھے اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم اور عایتِ عد کو ذکر میں  
 لازم نہیں فرمایا۔ بلکہ فوائد میں داخل فرمایا ہے اور وقوت قلبی تو حضرت خواجہ کے نزدیک بہت ضروری  
 اور رکنِ عظیم ہے اور دار و مدارِ طریقہ نقشبندیہ کا اسی پر ہے کسی نے خوب کہا ہے :

عَلَى بَيْضِ قَلْبِكَ كُنْ كَأَنَّكَ طَائِرٌ      فَمِنْ ذَلِكَ الْأَحْوَالِ فِيكَ تَوَلَّدُ  
 اپنے دل کے آئینے پر پرند کی طرح ہو جا اور آسہ      پس طریقہ کج طرح آئینے کے پتھر پیدا ہوتا ہے پتھر دل میں پیدا ہوتا ہے



## حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ

— از پیو زاہ علامہ اقبال احمد فاروقی —

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان ۱۰۸۶ھ میں تاشقند کے موضع باغستان (توران - ایران) میں پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں ہی معرفت الہیہ سے آگاہی کی دولت نصیب ہوئی اگرچہ ظاہری علوم کی تحصیل کے لیے مکتب میں زیر تعلیم رہے مگر معرفت الہیہ کی نسبت کا غلبہ رہا۔ آپ فارغ اوقات میں بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کرتے اور ان پر بار بار جاتے آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی چنانچہ تاشقند کے علماء سے تحصیل علم کے بعد آپ کو سمرقند کے دارالعلوم میں داخل کرایا گیا۔ اس وقت سمرقند کا تاریخی شہر خواجہ فضل اللہ ابوالیشی کے علم و فضل سے معمور تھا۔ آپ نے تفسیر بیضاوی خواجہ فضل اللہ سے ہی پڑھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پورے سات سال عالم اسلام کے سفر میں گزارے۔ دوران سفر آپ کو حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کے خلیفہ مولانا نظام الدین سے استفادہ کا موقع ملا۔ آپ کے متعلق ایک بزرگ نے مولانا نظام الدین سے پوچھا تو استاد مکرم نے فرمایا ”یہ نوجوان خواجہ عبید اللہ ہیں جو عنقریب سلاطین عصر پر اپنا تسلط جمائیں گے۔“ سمرقند میں ہی آپ کو سید قاسم تبریزی کی صحبت ملی۔ بخارا جاتے ہوئے شیخ سراج الدین کلال کی مجلس سے استفادہ کیا۔ بخارا میں مولانا حسام الدین شاشی (جو حضرت امیر حمزہ



بن سید امیر کلال کے خلیفہ اول تھے، اور خواجہ علاء الدین عجدوانی کی علمی اور روحانی مجالس سے بہرہ ور ہوئے۔ خراسان سے ہوتے ہوئے ہرات میں آئے جہاں سید قاسم تبریزی، شیخ بہاء الدین عمر اور شیخ زین الدین خوانی قدس سرعم کی خدمت میں حاضر رہے۔

قیام ہرات ہی میں آپ نے حضرت خواجہ یعقوب چرخنی کے فضائل سے تو ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ آپ چغانیاں سے ہوتے ہوئے ہفتو جو خواجہ یعقوب چرخنی کا گاؤں تھا پہنچے، آپ خود بیان کرتے ہیں: میں چغانیاں میں کچھ دنوں کے لیے بیمار رہا۔ بیماری کے دوران کچھ لوگوں نے حضرت مولانا چرخنی کی غیبت کی جس سے میرا دل بہت مکدر ہوا۔ چاہا۔ لوٹ جاؤں مگر پھر جذبہ کشاں کشاں مجھے مولانا کی صحبت میں لے گیا۔ وہ بڑی محبت اور عنایت سے پیش آئے۔ اور مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ دوسرے دن حاضر خدمت ہوا تو آپ نے التفات نہ فرمایا اور منایت درستی سے پیش آئے۔ میں سمجھ گیا کہ غیبت کا سننا۔ اور غیروں کی نامناسب باتوں پر توجہ دینے پر تنبیہ ہے۔ یہ خیال آئے ہی آپ مجھ پر دوبارہ شفقت فرمانے لگے اور ہاتھ بڑھا کر فرمایا یہ ہاتھ پکڑ لو۔ چونکہ آپ کی پیشانی پر ایک سفید داغ تھا مجھے شک گذرا کہ یہ برص ہے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور میری طبیعت میں نفرت ہو گئی۔ آپ میری قلبی کیفیت کو جانتے ہوئے ایک ایسی صورت میں جلوہ گر ہوئے کہ میں کھینچا چلا آیا۔ اس شکل و صورت سے مجھے خاص انس و محبت کا سرور آیا۔ میرا دل چاہا کہ بے خود ہو کر آپ سے لپٹ جاؤں۔ آپ نے دوسری بار اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا یہ ہاتھ خواجہ بہاء الدین نقشبند کا ہاتھ ہے حضرت خواجہ نے فرمایا تھا جو یہ ہاتھ پکڑے گا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑے گا۔ اب خواجہ بہاء الدین کی بیعت کرو۔ میں نے ہاتھ پکڑا تو آپ



نے حسب طریقہ حضرات خواجگان نقشبند مجھے نفی و اثبات جسے وقوف عدوی کہتے ہیں کی تعلیم دی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اسے طالبوں تک پہنچاؤں اور دنیا میں پھیلانوں۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار مولانا یعقوب چرخي رحمہ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد ہرات آئے ایک سال قیام کیا۔ پھر ۲۹ سال کی عمر میں وطن مالوف ہاشقند میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے ایک جوڑی سیلوں کی لی اور ایک نیک گامی کی شراکت سے کھیتی باڑی کرنے لگے۔ بھٹوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی فصلوں میں اتنی برکت ڈالی کہ آپ صاحب باغ و راغ اور مالک مال و منال بن گئے۔ آپ کی دولت اور اسباب و املاک کا اندازہ حد و حساب سے باہر ہو گیا اس مال و متاع سے دلکیش کھاتے اور مسافر جھولیاں بھرتے، حضرت مولانا حامی نے یوسف زلیخا میں آپ کی مزارعت کی برکات کی بے حد تعریف کی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ منفرد بزرگ ہیں جنہوں نے عام لوگوں کی اصلاح احوال سے بلند ہو کر سلاطین و مقت کو اپنے زیر اثر کیا۔ اس وقت کی اسلامی دنیا شاہان تیموری کے زیر نگین تھی۔ آپ نے ان بادشاہوں کی اصلاح اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ چنانچہ سمرقند آئے اور اس وقت کے فرمانروا مرزا عبداللہ بن میخدا ابراہیم بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور گورگانی سے اس لیے ملاقات کرنا چاہی کہ اس کی اصلاح ہو جائے مگر مرزا عبداللہ کے امراء دربار نے اس تیموری حکمران کی بے اعتنائی کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہونے دی۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ خاص کام کرنے کا حکم ہے، مگر نہ امراء نے توجہ دی اور نہ امیر عبداللہ نے پرواہ کی۔ آپ چند روز کے لیے ہاشقند گئے تو ایک ہفتہ کے اندر اندر سلطان ابوسعید نے



ترکستان سے اٹھ کر سمرقند کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور امیر عبداللہ کو ۵۵۵ھ میں قتل کر دیا اور خود تخت نشین سمرقند ہو گیا۔ یہ بادشاہ آپ کی زیر نگاہ رہا۔ مگر بابر نے ایک لاکھ کالشکر لے کر سمرقند پر حملہ کیا۔ تو سلطان ابوسعید نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا۔ کہ میری فوجوں میں حملہ روکنے کی طاقت نہیں ہے مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ثابت قدم رہیں۔ شہر کے دفاع کی فہم داری میں لیتا ہوں۔ وزراء اور امراء نے سلطان کو آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے اہل و عیال سمیت یہاں سے نکل جائے ورنہ بابر کی فوجیں سمرقند کو تہ و بالا کر دیں گی۔ حضرت کو خبر ہوئی تو خود پہنچے، اونٹوں سے سامان اتر وایا۔ شہر بانوں اور امیروں پر خفا ہوئے۔ خود سلطان ابوسعید کے پاس گئے، اور فرمایا۔ جب میں نے سمرقند کے دفاع کا ذمہ لیا ہے۔ آپ کیوں پریشان ہیں۔ سلطان گھبرایا ہوا تھا۔ امراء نے اپنی پگڑیاں زمین پر پھینک دیں کہ عبید اللہ احرار ہیں مروا دیں گے۔ باقی ہمہ سلطان قلعہ نشین ہو گیا۔

بابر کا حملہ واقعی زور دار تھا۔ مگر خواجہ احرار نے شہریوں کو حکم دیا کہ بابر کے لشکر کا کوئی بھی سپاہی ہاتھ آئے۔ اس کے ناک اور کان کاٹتے جاؤ۔ بابر کے لشکر کی اس حالت میں اپنے کیمپ میں واپس جاتے تو دوسرے سپاہی دہشت زدہ ہو جاتے۔ آخر کار بابر کے لشکر میں سے ایک عالم دین مولانا محمد معالی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ مرزا شاہرخ دجو بابر کا دادا تھا، کے مجھ پر احسان نہ ہوتے تو آج میں دیکھتا کہ بابر کا لشکر کس طرح آگے بڑھتا ہے۔ آخر مولانا کے ایک خاص مرید مولانا قائم کی وساطت سے صلح ہوئی۔ اور بابر سمرقند سے ہٹ کر ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ سلطان ابوسعید کے بیٹوں میں جب جنگ تخت نشینی شروع ہوئی تو حضرت



خواجہ کی شخصیت درمیان میں فیصلہ کن انداز میں سامنے آتی۔ خاندان تیموریہ کی تاریخ آپ کے ایسے فیصلوں کی شہادت دیتی ہے اور کئی معرکوں میں آپ کی رائے فیصلہ کن ثابت ہوئی ہے۔

آپ نے ان بادشاہوں کی اصلاح کی۔ ان سے کام لیا۔ آپ کی اس مہم کا نتیجہ ہے کہ خاندان تیموریہ کے فاتح جب ہندوستان پر حکمران ہوئے تو سلسلہ نقشبندی نے ہی بڑھنیر میں وہ روحانی اور علمی خدمات سرانجام دیں جن کے اثرات دور رس ہوئے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نے تفصیلی حالات کے لیے رشتات، نفحات الانس (حضرت جامی) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (خواجہ نور بخش توکلی) حالات مشائخ نقشبندیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ آپ کی گراں قدر تصنیفات میں سے زیر نظر رسالہ انفاس نفیہ طریقہ نقشبندیہ میں ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا ترجمہ پہلی بار آ رہا ہے تاکہ جو لوگ فارسی کے مزاج سے دور ہو گئے ہیں اس نادر اور اہم تالیف کا مطالعہ کر سکیں۔

رسالہ انفاس نفیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے نقشبندی طریقہ سلوک کے معمولات کو بیان کیا ہے۔ توبہ، صحبت، ناجنس سے اجتناب، پنجگانہ نماز کی باجماعت ادائیگی، شب بیداری کے معمولات، نماز تہجد کا طریقہ، دعائے صبحگاہی، نوافل چاشت (اشراق) کی ادائیگی کا طریقہ اور فضائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں حضرت خواجہ نے تزکیہ نفس کے لیے ان معمولات کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ ایک نقشبندی سالک کی روزمرہ عبادات و معمولات کے لیے اوقات کی تقسیم کرنا سکھاتا ہے۔ نقشبندی حضرات ان معمولات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور ان مراتب کو پاتے ہیں جو بزرگان نقشبند کا خاصہ ہیں۔



# رسالہ انقاسِ نفسیہ

تالیف حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے طالبِ صادق! اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں عزت دے۔  
اور اے مریدِ عاشق تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو محض اپنے  
لطف و کرم سے مشرف فرماتا ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم التَّائِبُ  
مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہوتا ہے  
جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں) اس بات پر شاہِ عادل ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی  
تمام تر ہمت اس بات پر مرکوز کر دے کہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بلکہ ایک لمحہ بھی  
یادِ الہی جل ذکرہ کے بغیر نہ گزارے۔ اور ساری عمر اسی کی اطاعت اور عبادت  
میں وقف کر دے۔ اور اسی کی یاد میں مشغول رہے۔

نخست موعظت پیرِ صحبتِ امین است

کہ از مصاحبِ نابلس احتراز کنید

حضرت مرشد کی صحبت سے مجھے نصیحت یہی حاصل ہوئی ہے کہ نابلسوں کی مجلس سے



اختر اذ کیا جائے

یاد رہے۔ ناجنس ایک ایسی جماعت ہے۔ کہ ان کے راستے پر کوئی انسان بھی چلنا پسند نہیں کرتا۔ یا ناجنس ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے خدا سے منہ موڑ کر دنیا کو ہی اپنا قبلہ بنایا ہے۔ ایسے لوگوں کو احمق کہا جائے گا۔

راحقان بگر نحت چوں عیسیٰ گر نحت

صحبت احمق بے خونہا بر یخت!

راحقوں سے حضرت عیسیٰ کی طرح دور رہنا چاہیے۔ احمق کی صحبت تو بڑی خوں یزی کا سبب بنتی ہے

طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ ارواحہم نے ایسے ناجنس لوگوں کی مصائب کے نقصانات کو پالیا تھا۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو نہایت اصرار سے ایسے لوگوں کی مجالس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔ ایک عزیز ازراہ شفقت قسم کھا کر کہتے ہیں۔

اے بذات پاک اللہ الصمد بہ بود ما برد سے از یار بد

ما برد جاں مے ستاند از سلیم یار بد آرد سوئے نار جیم

ایک اور عزیز نے کہا ہے۔ کہ ایسے لوگوں سے دور بھاگیں۔ خواہ وہ اپنے ہی کیوں نہ ہوں۔

بر رخ ہر کس نبود ذرا غلامی ز دست

گر پدومن بود دشمن و انیارم است

ہر شخص کے چہرے پر دوست کی غلامی کا داغ نمایاں نہیں ہوتا۔ اگر میرا پ بھی ہو وہ دشمن ہے اور بے گانہ ہے۔

محبت ناجنس سے دوری کے بعد دوسری بات جو نہایت ضروری ہے۔ وہ



بہنچ گانہ نمازوں کی بروقت ادائیگی ہے۔ ہر نماز باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور اس بات پر بڑا  
اصرار فرمایا ہے اِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ رَحْمَةً (جماعت میں ہی رحمت خداوندی ہے)  
نادوست آنکہ مرد تنہا رُو

لطف حق افگند برو پر تو

نماز غناء کو باجماعت ادا کرنے کے بعد گھر آنا چاہیے۔ اور اس وقت تک  
قبلہ رو ہو کر بیٹھا چاہیے جب تک نیت کا غلبہ نہ ہو جائے۔ سونے سے پہلے تین بار  
کلمہ شہادت۔ تین بار قل ہو اللہ احد۔ تین تین بار قل اعوذ برب الفلق اور قل  
اعوذ برب الناس پڑھنا چاہیے۔ اور ہاتھ کی ہتھیلی پر پھونکنا چاہیے۔ اور جسم کے اعضا  
پر ایک بار ہاتھ سے مسح کرنا چاہیے۔ ان آیات کا ثواب ان قریشیوں کو پہنچانا چاہیے  
جو زندوں کے کلمات خیر کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کلمات کی برکات سے انہیں آسائش  
میں رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت نازل ہوتی ہے حضرت رسالت مآب صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا : اِرْجِعُوْا رُحُوْا۔

خدا را براں بندہ بخشائش است

کہ خلق از وجودش در آسائش است

(اللہ تعالیٰ اسی بندے پر بخشش فرماتا ہے جس سے اللہ کی مخلوق آسائش میں رہتی ہے)  
اس کے بعد قبلہ رو ہو کر دائیں پہلو پر لیٹ جائے جو نہی بیدار ہو سبحان اللہ

۱۔ حدیث پاک میں اس عمل کی ترکیب ذرا تفصیل سے موجود ہے جو درج ذیل ہے :

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات  
کو بستر پر جاتے تو دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کر کے قل هو اللہ احد اور قل اعوذ برب  
الناس



آخر تک پڑھے۔ اٹھ کر وضو کرے۔ اور ہر عضو کو تین تین بار دھوئے۔ اور ہر بار الفادہ  
کہتا جائے۔ یا دوسری مسنون دعائیں پڑھے۔ وضو مکمل کرنے کے بعد یہ دعا ضرور  
پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ  
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ  
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک  
رہنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں سے کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں شامل  
کر دے جن پر نہ کوئی خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

اس کے بعد شکرانہ وضو کی دو رکعتیں پڑھے۔ اس کے بعد اپنے گزشتہ اوقات  
پر ایک نگاہ ڈالے کہ وہ غفلت میں تو نہیں گزرے۔ زندگی کے جو لمحات غفلت  
سے بسر گزرے ہوں۔ ان پر اللہ کا شکر ادا کرے جو غفلت اور بیکاری میں گزرے  
ہوں۔ ان پر ندامت اور عذر تقصیر کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔  
تاکہ اللہ تعالیٰ مزید توفیق شکر گزاری دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَسْتَ

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ سے

(ایک ایک بار) پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کر کے سارے بدن پر جہاں تک پھیر کے پھیرتے تھے۔ سر اور  
چہرہ سے ہاتھ پھیرنا شروع کر کے اور اگلے سارے بدن کا مسح تین بار کرتے تھے متفق علیہ (منظہری)  
اللہ غابا اس سے مراد سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ  
أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھے۔

اے وضو کرتے ہوئے تمام اعصاب دھونے کے وقت جو دعائیں علیحدہ علیحدہ پڑھی جاتی ہیں وہ سارے

رکن دین کتاب الصلوٰۃ یا بہار شریعت حصہ دوم سے دیکھ لی جائیں۔



شَكَرْتُمْ لَا زِيَادَةَ لَكُمْ دَرِ اَكْرَمِ مَرَاتِكُمْ ادا کرو تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ  
 کر دوں گا۔ ۱۔ کلمہ بازگشت نین بار نہایت آہ و زاری سے کہے۔ اور جس قدر خشوع و  
 خضوع ہو سکے جناب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا رہے۔ اور کہے خداوند! بحضرت  
 تو بازگشت از ہر بدی و نقصیرے کہ بر من گزشتہ است از دانستہ یا ندانستہ اے اللہ  
 میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ میں ان تمام افعال سے توبہ کرتا ہوں جن کا  
 میں نے ارتکاب کیا ہے۔ خواہ وہ دانستہ ہوئے ہیں یا نادانستہ اَشْهَدُ اَنْ  
 لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ایک بار یہ بھی کہے۔

یا اِلٰہ العالمین بارگاہ آوردہ ام چوں بدرگاہ تو خود را در پناہ آوردہ ام  
 بحرِ وزاری بر در عالم پناہ آوردہ ام بر درت نہیں بار خود پشت دوتا آوردہ ام  
 ہشتم آن گمراہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام من غمے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو  
 نیستی و حاجت و عذر و گناہ آوردہ ام چارہ چیز آوردہ ام حقہ کہ در گنج تو نیست  
 ایں ہمہ بر دعویٰ عشقت گواہ آوردہ ام در رویشی و دل ریشی و بے خویشی۔ ہم  
 زانکہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام چشمِ رحمت بر کشاموئے سفید من بین

اس کے بعد نہایت نیاز مندی کے ساتھ سو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ  
 مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ عَمْدًا اَوْ خَطَا سِرًّا اَوْ غَلَا بِنِیَۃٍ وَّ  
 اَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ اَعْلَمُ وَ مِنْ الذَّنْبِ الَّذِیْ  
 لَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا  
 پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر، چھپ کر کیا یا علانیہ  
 اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے جس کو میں جانتا ہوں اور اس  
 گناہ سے بھی جس کو میں نہیں جانتا (اے اللہ) بے شک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔



اس کے بعد نماز تہجد میں مشغول ہو کر دو رکعت کی نیت کر کے چھ سلاموں کے ساتھ بارہ رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی پڑھے۔ دوسری میں آمن الرسول پڑھے۔ آٹھ رکعتوں میں سورہ یسین کی دس دس آیات ہر رکعت میں پڑھے۔ ان آٹھ رکعتوں میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد یسین سے اخیر کبریٰ تک اور دوسری رکعت میں وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ إِلَّا رَبِّي لَهْدُ الْآرْضِ الْمَيْتَةِ سے فِي الْفَلَكَ الْمَشْهُونِ تک پڑھے اور پانچویں رکعت میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ سے اِلٰی رَبِّهِمْ يَسْلُوْنَ تک اور چھٹی رکعت میں قَالُوْا يٰلَنَّا سَآءَ مَا كُنَّا نَعْمَلُوْنَ سے اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ تک پڑھے اور ساتویں رکعت میں هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِيْ سَآءَ مَا كُنَّا نَعْمَلُوْنَ سے اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ تک اور آٹھویں رکعت میں وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سَآءَ مَا كُنَّا نَعْمَلُوْنَ تک پڑھے۔ باقی ماندہ دو رکعتوں میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے۔ یہ طریقہ کار سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کے پیر مرشد خواجہ یوسف ابوالیوب ہمدانی نے اپنایا تھا۔ بعض خواجگان حضرات نے ہر رکعت میں سورہ یسین مکمل بھی پڑھی ہے۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد بیٹھ کر دو نفل ادا کیے جائیں۔ اس طرح یہ ساری تیرہ رکعات ہوں گی۔ کیونکہ ششہ دو رکعت ایک رکعت کے مطابق ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ کار طاق رکعات قائم کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک فرد اور طاق ہے اور قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو سورت چاہے پڑھ لے۔ (اگر مذکورہ سورتیں نہ پڑھ سکے) ان دو رکعت کے بعد آیتہ الکرسی اور اس کے بعد والی دونوں آیتیں شامل کر کے هُوَ الْخَالِدُ دُوْنَ مَا يَمُرُّ بِالْاَعْيُنِ اور آمن الرسول تیسرے پارہ میں سورہ بقرہ کے آخر رکوع کی دوسری آیت ہے کہ سورہ بقرہ تک پڑھنا چاہیے۔ اور یہ دعا بھی پڑھے :



اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنَا  
إِلَيْكَ.

اللَّهُمَّ انصُرْ مَنْ نَصَرَ الدِّينَ وَانصُرْ مَنْ نَصَرَ أَهْلَ  
الدِّينِ، اللَّهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الدِّينَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ  
أَهْلَ الدِّينِ.

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْعِلَّةِ فِي الْغُرَبَةِ وَمِنَ الْمُذَلَّةِ  
عِنْدَ الشَّيْبِ وَمِنَ الشَّقَاوَةِ عِنْدَ الْخَابِئَةِ وَمِنَ الْفَضِيحَةِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

اللَّهُمَّ زَيِّنْ لَنَا هَبْرَنَا بِخِذْمَتِكَ وَبَوَاطِنَنَا بِمَحَبَّتِكَ  
وَقُلُوبَنَا بِمَعْرِفَتِكَ وَأَرْوَاحَنَا بِشَاهِدَتِكَ وَأَسْرَارَنَا  
بِمَعَايِشَةِ جَنَابِ قُدْسِكَ.

اللَّهُمَّ أَمِرْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَأَمْرُنَا اتِّبَاعَهُ وَأَدِنَا الْبَاطِلَ  
بَاطِلًا وَأَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ وَلَا تَجْعَلْنَا إِلَى أَنْفُسِنَا وَلَا إِلَى أَحَدٍ  
مِنْ خَلْقِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَلَا آفَتًا مِنْ ذَلِكَ وَكُنْ لَنَا وَآلِيَانَا  
نَاصِرًا وَحَافِظًا وَعَوْنًا وَمُعِينًا وَعَلَى كُلِّ خَيْرٍ دَلِيلًا وَمُهْلِقًا  
مُؤَيَّدًا.

اللَّهُمَّ رَبَّنَا ائْتِنَا مِنْ حَضْرَتِنَا وَمِنْ غَابِ عَنَّا وَكُلِّ  
مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ فِي الدَّارَيْنِ حَسَنَةً يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ  
اللَّهُمَّ أَرِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ، اللَّهُمَّ سَهِّلْ عَلَيْنَا بِجُودِكَ  
وَيَسِّرْ عَلَيْنَا بِكَرَمِكَ يَا أَكْذَرَ الْأَكْذَرِ مِثْنِ وَيَا أَمْرًا حَسْرَ  
الرَّاجِعِينَ.



اللَّهُمَّ تَبَّ عَلَيْنَا حَتَّى نَنْتُوْبَ إِلَيْكَ وَاعْصِمْنَا حَتَّى  
لَا نَعُوْدَ وَحَبِّبْ إِلَيْنَا الطَّاعَاتِ وَكَبِّرْهُ إِلَيْنَا الْخَطِيئَاتِ  
يَفْضُلِكَ وَكَرَمِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى  
خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا فرما اور ہر اس شخص کی محبت جسے تو پیارا رکھتا  
ہے اور ہر اس چیز کی محبت دے جو تیری بارگاہ میں قریب کر دے۔

اے اللہ جو آدمی دین اسلام کی مدد کرتا ہے تو اس کی مدد فرما اور اس شخص  
کی بھی مدد کر جو دین دار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اے اللہ غربت میں بیماری سے  
ہماری حفاظت فرما اور بڑھاپے میں ذلت سے بچا اور خاتمہ کے وقت بد بختی  
محفوظ رکھ اور قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔

اے اللہ ہمارے ظاہری اعضا کو اپنی خدمت و عبادت سے مزین فرما،  
ہمارے باطن کو اپنی محبت سے سرشار کر دے، ہمارے دلوں کو اپنی معرفت عطا  
فرما، ہماری ارواح کو اپنے مشاہدہ کی لذت بخش اور ہمارے اسرار کو اپنی جناب  
قدس کے معائنہ سے سرفراز فرما۔

اے اللہ ہم پر حق کو رد و دشمن کر دے اور اس کی اتباع کی توفیق بخش اور ہمیں  
باطل کو باطل دکھا دے اور اس سے بچا۔ اور ہمیں اپنے نفسوں پر نہ چھوڑاؤ ایک  
لمحے کے لیے بھی اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد نہ کر بلکہ اس سے کم وقت کے لیے بھی  
کسی مخلوق کے حوالے نہ کرنا، اور تو ہی ہمارے لیے ولی، ناصر، حافظ اور معین و مددگار  
ہو جا اور ہر نیکی پر ہماری راہنمائی اور تلقین و تائید فرما۔

اے اللہ تو ہمارا پروردگار ہے ہمیں ہر وہ چیز عطا فرما جو ہمارے سامنے ہے  
اور ہم سے غائب ہے اور ہر مومن مرد اور عورت کو دنیا و آخرت میں اچھائی عنایت



فرما اے وسیع بخشش کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں سب اشیاء کی اصل دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں، اے اللہ! ہم پر آسانی فرما۔ اپنی جو دوسخا سے اور اپنے کرم خاص سے ہماری تنگی کو آسانی سے بدل دے۔ اے سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کرم کرنے والے۔ اور اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اے اللہ! ہم پر خاص نظر کرم فرماتا کہ ہم تیری بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور ہماری ایسی حفاظت فرما کہ دوبارہ گناہ نہ کریں اور ہمیں اطاعت و بندگی کی محبت عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کے گناہوں سے نفرت دلادے، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اور درود و سلام بھیج اپنی مخلوق سے سب سے بہتر رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پاک اور تمام صحابہ پر۔ ان تیرہ رکعات کا ثواب تمام اولیائے کرام کے ارواح، اپنے والدین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو بخشے۔ اللہ تعالیٰ ہر رکعت کے بدلے دس رکعت کا ثواب دے گا۔

گریک بد ہی تو وہ دہندت گرشام دہی پگہ دہندت  
ہردہ بدہ بیادِ مولیٰ تا برد دوست راہ دہندت  
اللہ کی رحمت تو ایک رکعت کے بدلے سات سو رکعت کا ثواب عطا فرماتی ہے۔  
بے حساب ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِي يُنْفِقُ  
أَمْوَالَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سَنَابِلَ فِي حُلَّةٍ  
سُنْبُلَةٍ مِائَةَ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ



ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس طرح ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بائیں نکلیں پھر سہ ہال میں سو سودا لے ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہے۔ اور اللہ وسعت والا اور جلنے والا ہے۔ یہ ثواب بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان ارواح کو پہنچتا رہے گا۔ اللہ سبحانہ کے فضل اور اس کے در رحمت سے غایت و رحمت کا سوال کرنا چاہیے۔

از زند گیم بندگی تست ہو کس بر زندہ دلاں بنو حرام ست نفس

خواہد ز تو مقصود دل خود ہمہ کس جانی از تو ہمیں ترا خواہد و بس

(مجھے تو میری زندگی میں تیری ہی بندگی کی آرزو ہے۔ زندہ دلوں کے لیے تیرے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی حرام ہے۔ تمام لوگ تیری ذات سے ہی اپنا مقصود حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جانی تو صرف تیری ذات ہی کا آرزو مند ہے۔)

اس کے بعد ان وظائف یا کلمات کو پڑھے جو اس نے اپنے پروردگار سے سیکھے ہیں۔ اگر وقت تھوڑا ہو تو چھ رکعت یا چار رکعت یا کم از کم دو رکعت نوافل تہجد ادا کر سکتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ کسی مجبوری کے ماتحت ادا نہیں کر سکا۔ تو اسی دن وقت زوال سے پہلے ان کی قضا ادا کرے۔ اور یہ قضا ایسے ہی ہوگی جیسے اصل وقت میں ہی پڑھے جا رہے ہیں۔ اگر دوران سفر خطرہ ہے کہ کبھی کے وقت نہیں اٹھ سکے گا۔ تو رات کے پہلے حصے میں ادا کر سکتا ہے۔ اگر کسی روز سحری سے صبح ہو گئی ہے۔ مینہ کا غلبہ ہے تو غفلت کو دور کرنے کے لیے دائیں ہاتھ پر تکیہ کر کے قبلہ رو سو جائے۔ اور پھر صبح کی نماز تازہ وضو کر کے ادا کرے۔ صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرے اور پہلی روشنی پر یہ دعا اکتالیس بار پڑھے:

يَا مَحْمَدُ يَا مَحْمَدُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ يُحْيِي



قَلْبِي بِنُورِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ

اے بڑے مہربان، اے رحم فرمانے والے، اے زندہ، اے (تمام کائنات) کو قائم رکھنے والے، اے ایجاد کرنے والے تمام آسمانوں اور زمین کو، اے جلال و کرامت والے، اے (وہ ذات کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میرے دل کو اپنے نورِ معرفت سے ہمیشہ کے لیے زندگی بخش دے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔

اس دعا کے بعد مسجد میں جا کر دو فرض باجماعت ادا کرے۔ اور اپنی جگہ بیٹھ بیٹھے رو بہ قبلہ ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اور اپنے پروم رشد کا تصور رکھے۔ یہ سلسلہ تصورِ پیش و ذکر طلوع آفتاب تک رہے گا۔ حتیٰ کہ آفتاب بعدِ زہرہ اوپر آجائے۔ دو رکعت اشراق ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ پانچ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کا ثواب اتنا ہو گا۔ کہ ایک سو غلام خرید کر آزاد کیے ہیں۔ ایک اور قول کے مطابق ایک حج۔ عمرہ ایک ماہ کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص ایک ایک بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے نیکی کا طلب گار رہے۔ اور اس سے توفیق خیر طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں اور دل کو نیکیوں کی طرف کھول دے گا۔ اور اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو کاتب نامہ حسنہ کاتب نامہ سیرہ کو اجازت نہیں دے گا۔ کہ اسے لکھے۔ اس امید پر کہ شاید اس تقصیر یا گناہ سے توبہ کرے۔ اسی دورانِ نادم رہے۔ اور اللہ سے رجوع کرتا رہے۔

ان معمولات کے بعد اپنے دینی اور دنیاوی کاموں میں مصروف ہو جائے۔ لیکن ہر لمحہ دل میں اللہ کی یاد رہے۔ یا اپنے پروم رشد کا تصور رہے۔ جو نہی آفتاب ایک نیزہ اور اوپر آئے۔ چار رکعت نماز چاشت ادا کر کے پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ



وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا دوسری میں وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى تیسری میں وَالضُّحَىٰ اور چوتھی میں أَلَمْ تَشْرَحْ پڑھے۔ وگرنہ ہر رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اگر مزید ذوق ہو تو بارہ رکعات پڑھے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ انیسہ میں لکھا ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص چاشت کی بارہ رکعت ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک محل سونے اور چاندی کا تعمیر کرواتا ہے۔ چاشت کی نماز ادا کرنے کے بعد سر بسجود ہو کر سات بار اَللّٰهُمَّ کہے تاکہ غیروں کی محبت یا بغیرت کی آلائش جو بھی دل میں موجود ہو۔ صاف ہو جائے۔ دل صاف ستھرا ہو جائے جو نہی وضو ٹوٹے جلدی تازہ وضو کر لے۔ اور نوافل شکر بھی ادا کرے۔ اور دعا کرے۔ یہ تمام آداب طریق ہیں۔

ہمیشہ با وضو رہنے سے رزق میں فراخی حاصل ہوتی ہے۔ دوسری نماز ظہر کا وقت آئے تو اسے باجماعت ادا کرے۔ تین بار کلمہ بازگشت کہے (جبکہ پہلے ذکر ہوا) ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تا آخر پڑھے اور حدیث نبوی پر عمل کرے۔ لیعان علی قلبی حتی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً (میرے قلب پر نورانی پردے آجاتے ہیں اس لیے میں بھی ستر بار استغفار کرتا ہوں) دیگر معمولات سامنے رکھے۔ اسی طرح نماز عشاء تک فضول گفتگو سے محفوظ رہے۔ اور ان کاموں میں مشغول رہے۔ جو جائز ہیں اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ سے حاصل کرنے کا امیدوار ہے۔ کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا)۔

۱۔ مشکوٰۃ اور ابن ماجہ باب صلوٰۃ الضحیٰ

۲۔ کلمہ بازگشت اور مناجات کے بعد پورا استغفار و رزق ہے۔

۳۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ (تجیر سیر)



مندرجہ بالا اعمال تو بمنزلہ پرہیز ہیں تاکہ فاسد مادہ مسہل کے لیے تیار ہو جائے۔  
اس کے بعد مسہل کا استعمال کرے تاکہ نفس اور طبیعت سے تمام آلائشیں  
خارج ہو جائیں۔

اے طالب صادق! جو نہی تم اس دولت اور نعمت سے مشرف ہو تو خرد  
پھر صحبت نا جلس سے دور رہو۔ بلکہ دوسرے شیخ یا اس کے مریدوں سے گفتگو سے  
پرہیز کرو۔ اگرچہ یہ شیخ یا پیر کتنا ہی بلند مقام ہو۔ ہاں اپنے پروردگار کی اجازت سے  
گفتگو کر سکتے ہو۔ ایسی مجالس اگرچہ اچھی نہیں مگر اس میں مرید کے لیے بہت ہی  
نقصانات اور خطرات موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کے طالبوں کو چاہیے ایسے  
لوگوں کی صحبت سے پرہیز کریں اور غیر جلس لوگوں سے تو بطریق اولیٰ اجتناب کرنا  
چاہیے۔ والسلام۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَظِيمِ عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ  
خیر و برکت الضحیٰ شجرہ متجرہ نافعہ یعنی الفاس نفیہ من تالیفات حضرت  
کاشف الاسرار زبدۃ الابرار خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ اسرارہم الی یوم القرار  
برائے افادات طالبین حسب اصرار شائقین انطباع پوشیدہ مسرت بخش دیدہ  
نظار گاہ گردید۔ دروماع ناظرین معرفت قرین ہوئے خریدار شمس بوسہ پیچید۔  
الحمد لله علی ہذا الانعام المزید۔

۱۔ اس پرہیز اور اجتناب کا یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی لین دین اور سلام کلام ختم کر  
دے کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سے دینی اور دنیاوی نقصانات ہیں اور ایسا کرنا بے بھی حضور  
کی تعلیم کے خلاف۔



## خواجہ علی رایتی قدس سرہ

از علامہ محمد نور بخش توکل سے ایو۔ اے

آپ خواجہ محمود قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ سلسلہ خواجگان میں آپ کا لقب حضرت عزیزاں ہے۔ آپ کے مقامات عالیہ اور کرامات عجیبہ بہت ہیں۔ آپ صنعت بافندگی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مولانا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ میں نے آپ کے بعض اکابر سے یوں سنا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی کے شعر ذیل میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بوئے کے شدے علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا بندہ ایمان بجناب را خواجہ نساج را خواجہ نساج (بافندہ) کے کب غلام بنتے۔

آپ کی پیدائش موضع رامیتن میں ہوئی جو ولایت بخارا میں ایک بڑا قصبہ شہرے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ اتفاقات زمانہ سے آپ رامیتن سے باور میں تشریف لائے اور ایک مدت تک یہاں کے لوگوں کو راہ خدا بتاتے رہے۔ بعد ازاں شہر خوارزم میں مقیم ہوئے اور حسب معمول ہدایت خلق اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ خوارزم میں بہت سے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

۱۔ حضرت سیدانا اور حضرت عزیزان معاصر تھے اور کبھی کبھی ایک دوسرے کرامات سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اوائل میں سیدانا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی۔ ایک روز سیدانا سے آپ کی جناب میں بے ہوشی ہو گئی۔ اتفاقاً ان ہی ایام



میں ترکوں کی ایک جماعت دشت قبیاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سیدانا کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیدانا کو معلوم ہوا کہ یہ حادثہ اس بے ادبی کے سبب وقوع میں آیا ہے۔ اس لیے حضرت عزیزان سے معافی مانگی اور بطور ضیافت آپ کی دعوت کی۔ آپ نے قبول کیا اور سیدانا کے ہاں تشریف لائے۔ اس دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیر وقت حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت عزیزان نہایت خوش وقت اور بڑی کیفیت کے عالم میں تھے جب خادم نمکدان لایا اور دسترخوان بچھایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ علی اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا۔ جب نمک کہ سیدانا کا لڑکا دسترخوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا تمام حاضرین اس کے منتظر تھے۔ اچانک سیدانا کا لڑکا اس گھر کے دروازے پر حاضر ہوا۔ یکبارگی مجلس میں شور برپا ہو گیا۔ لوگ حیران رہ گئے اور اس لڑکے کے آنے کی کیفیت لڑکے ہی سے دریافت کی۔ اس نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ابھی میں ترکوں کے ہاتھ قید تھا اور مجھ کو اپنے ملک میں لے جا رہے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے حاضر ہوں۔ اہل مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ حضرت عزیزاں کا تصرف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

(۲) ایک روز حضرت عزیزاں کے ہاں ایک عزیز مہمان آیا۔ گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ بہت دلگیر ہوئے اور گھر سے نکلے۔ اچانک ایک طعام فروش لڑکا جو آپ کے معتدین میں سے تھا ایک دیگ طعام سے بھری ہوئی سر پر اٹھائے ہوئے آ پہنچا۔ اس نے التجا کی کہ میں نے یہ کھانا آپ کے خادموں کے لیے تیار کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ حضرت عزیزاں کو اس لڑکے کی یہ خدمت بہت پسند آئی۔ جب آپ مہمان کو کھانا کھلا چکے تو لڑکے کو بلا کر کہا۔ ہم تیری اس خدمت سے بہت خوش ہیں اب تیری جو مراد ہے ہم سے مانگ۔ انشاء اللہ پوری ہو جائے گی۔



لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزاں بن جاؤں۔  
 آپ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت مشکل ہے۔ اس بھاری بوجھ کے اٹھانے کی تجھ میں طاقت  
 نہیں ہے۔ لڑکے نے عرض کیا کہ میری مراد تو یہی ہے اس کے سوا کوئی آرزو نہیں۔  
 تب حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے  
 اور اس پر توجہ ڈالی۔ وہ لڑکا تھوڑی سی دیر میں صورت و سیرت میں بعینہ مثل عزیزاں  
 بن گیا۔ اس کے بعد وہ کم و بیش چالیس روز زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔

(۳) جتھے میں کہ جب حضرت عزیزاں نے باشارہ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم  
 کا قصد کیا اور اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے اور درویشوں کو بادشاہ  
 کی خدمت میں بھیجا کہ ایک باندہ فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور اقامت  
 کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر تمہاری مصلحت ہو تو داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اور  
 ان درویشوں سے آپ نے کہہ دیا کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ  
 مہری و دستخطی اس کا لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گئے اور مدعا بیان  
 کیا تو بادشاہ اور اس کے ارکان دولت ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ وہ سادہ اور نادان  
 آدمی ہے۔ پھر بطور مذاق بادشاہ کا مہری و دستخطی اجازت نامہ ان کے حوالے کیا گیا۔  
 وہ یہ اجازت نامہ حضرت عزیزاں کے پاس لائے پس آپ نے قدم مبارک شہر  
 میں رکھا اور گوشہ نشین ہو کر بطریق خواجگان اپنے اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔  
 آپ ہر روز صبح کے وقت مزدور گاہ میں آتے اور ایک دو مزدور کو اپنے مکان پر  
 لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو۔ اور نماز دیگر تک با وضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔  
 بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور بہت خوشی سے ایسا کرتے اور نماز دیگر  
 تک آپ کی صحبت میں رہتے۔ مگر جو مزدور ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتے  
 آپ کی صحبت کی برکت اور آپ کی تاثیر و تصرف باطنی سے ان میں یہ وصف پیدا



ہو جاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں  
کچھ لوگ آپ کے مرید بن گئے اور آپ کے گرد طالبوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ  
سی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے  
ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس کے سبب سے ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ  
جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔ بادشاہ نے اس وجہ میں پڑ کر حضرت عزیزاں کے اخراج کا  
حکم دیا۔ آپ نے ان ہی درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج  
دیا کہ ہم ہمارے شہر میں متاری ہی اجازت و مصلحت سے آئے ہیں۔ اگر تم اپنے حکم  
کے خلاف کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکان دولت  
بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے محبین و مخلصین میں  
سے ہو گئے۔

(۴) حضرت عزیزاں کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خرد کے نام سے  
مشہور تھے۔ کیونکہ حضرت عزیزاں کے اصحاب حضرت عزیزاں کو خواجہ بزرگ کہا کرتے  
تھے۔ اور خواجہ محمد کو خواجہ خرد۔ دوسرے کا خواجہ ابراہیم نام تھا جو خواجہ محمد سے چھوٹے  
تھے۔ جب حضرت کا زمانہ وفات نزدیک آیا تو آپ نے خواجہ ابراہیم کو اجازت و  
خلافت عطا فرمائی۔ بعضے یاروں کے دل میں آیا کہ بڑے صاحبزادے کی موجودگی میں  
جو عالم و عارف ہیں چھوٹے کو کیوں خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت نے ان کے خطرے پر آگاہ  
ہو کر فرمایا کہ خواجہ خرد ہمارے بعد زیادہ نہ ٹھہریں گے بلکہ جلدی ہمارے پاس پہنچیں گے۔  
چنانچہ ایسا ہوا کہ حضرت کی وفات کے انیس روز بعد خواجہ خرد نے بروز دوشنبہ وقت  
چاشت، ۱۱ ماہ ذی حجہ ۱۰۷۷ھ میں وفات پائی اور خواجہ ابراہیم نے ۱۰۹۳ھ میں  
انتقال فرمایا۔



**وفات :-** حضرت عزیزاں نے بتاریخ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(۱) شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کلمات قدسیہ :- کے معبر تھے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے۔ اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے بنو تاکہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہے۔ یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفیہ کرتے ہو۔ پس تمہارا ذکر بھی جہر ہے۔

حضرت عزیزاں سے اشعار میں سے یہ رباعی مشہور ہے :-

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت	جس شخص کے پاس تو بیٹھا اور تیری دلجمعی نہ ہوئی
وز تو ز میدان رحمت آب و گلست	اور تیری آب و گل کی کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی
از صحبت دے اگر تبرا نمکینی	اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہوگا
ہرگز نمکند روح عزیزاں بجلت	تو عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔

(درشحات)



## مسئلہ خواجہ عزیزاں

علی راہیتی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی

رَسُولِ مُحَمَّدٍ وَآلِ أَجْمَعِينَ

اے اللہ کے دوست! زادک اللہ تعالیٰ صدقاً و یقیناً و دولۃ و اقبالاً عزاً و رؤ  
جلالاً ساکب طریقت (یعنی راہ چلنے والے) کو دس چیزیں زیر نگاہ رکھنی چاہئیں۔  
اول :- ہمیشہ با طہارت رہے۔ طہارت کی چار قسمیں ہیں۔ طہارت ظاہری۔  
طہارت باطنی۔ طہارت قلبی اور طہارت برتری۔

ظاہری طہارت تو ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ لیکن پانی کی پاکیزگی اور حلال  
ہونے میں حتی الامکان احتیاط رکھنی چاہیے۔ لباس کی پاکیزگی کے بڑے اثرات  
ہیں۔ اسے بھی ملحوظ خاطر رکھیے

طہارت باطنی سے مراد یہ ہے۔ نغمہ حرام اور شراب حرام سے بچا جائے۔ حدیث  
پاک میں ہے۔ جو شخص ایک نغمہ حرام کھا لیتا ہے۔ چالیس روز تک نہ اس کی فرضی  
نماز قبول ہوتی ہے اور نہ نفلی۔ نہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ التجائے سنی



جاتی ہے۔

طہارت قلبی یہ ہے کہ تمام ناپسندیدہ صفات اور غل غبار، کینہ و حسد، مکرو  
خیانت، بغض و عداوت اور دنیا کی محبت سے بچا جائے۔ ظاہر ہے کہ دنیا مخلوق  
کی منظور نظر ہے (خالق کی نہیں) جب تک دل اس سے پاک نہیں ہوگا۔ اس  
کی نماز و طاعت قبول نہیں ہوگی۔ قلب خالق کا منظور نظر ہے اس لیے جب  
تک دنیا کی محبت کے داعی سے پاک نہیں ہوگا۔ اس کے عشق و محبت کی دولت  
سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

طہارت بصری سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کے بغیر کسی چیز کی طرف  
توجہ ہی نہ کرے۔

دوم: زبان کو خاموش رکھے۔ ناشائستہ گفتگو سے زبان کو روکے۔ قرآن  
کی قرات۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہے۔ لوگوں کی اصلاح کرے  
اور علم سیکھنے اور سکھانے میں مصروف رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہد یکب الناس علی  
مناخبر هجر فی النار الا حصا سید السینتہم یعنی جن لوگوں کو  
آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ ان کی زبانوں کی لغزشوں کی وجہ سے ڈالا جاتا ہے۔

ایزد چو بنا کرد بجمت تن و جاں در ہر عضوے مصلحتی کرد نہاں  
گر مفسد تے ندیدہ بود ز زباں مجوس نمی کرد بدندان دباں  
اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے انسانی جسم و جان کو بنایا۔ اس کے ہر  
عضو میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ کر دی۔ اگر زبان منبع فساد نہ ہوتی۔ تو اسے  
منہ میں دانتوں کے قید خانہ میں قید نہ کر دیا جاتا۔

ملہ کنوز الحقائق



جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی گود میں زبان عطا کر دی۔ اور وہ فرمانے لگے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَتَانِیْ الْکِتَابُ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے۔ ا جب مریم کے جسم نے خاموشی اختیار کی تو ان کا دل عیسیٰ گفتگو کرنے لگا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

تَا مَرِیْمُ تَنْ عَزَّ قَدْ سِیْ نَکْزِیْنِ

بَا نَفْخَ اَحْیَا رُحُوْمَیْجَا نَتَوَاں بُود

حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت پر اس سے بڑھ کر اور کوئی حسرت نہ ہوگی (جب انہیں یاد آئے گا) کہ دنیا میں ان کا ایک لمحہ ایسا گزرا تھا جس میں انہوں نے خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا (یعنی ایک لمحہ غفلت میں گزرنے پر حسرت و افسوس کریں گے)

سوم۔ خلوت اور عزلت۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تا محرم پر نگاہ کرنا ایک زہر آلود تیر ہے جب دل پر پڑے تو سوائے ہلاکت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ایک اور مقام پر فرمایا: النَّظَرُ مَسْہَدٌ مِّنْ مَّوْتٍ۔ مِتُّ سِہَامِ اِبْلِیْسَ (نگاہ ایک زہر آلود تیر ہے جسے ابلیس نے تیار کیا ہے)

ز تیر مکر شیطین بد پوشش دو چشم

ہلاک گردی اگر تیر کار گر یا بی

(شیاطین کے مکر کے تیر سے اپنی دونوں آنکھوں کو بچائے رکھو۔ اگر تیر شانے

پر بیٹھا تو تباہ ہو جاؤ گے)



جس طرح نامحرم عورتوں پر نگاہ کرنا حرام ہے۔ خوبصورت لڑکوں پر بھی نگاہ نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ لِلسُّوْمَاتِ يَنْصُفُنَّ مِنَ الْبَصَارِ بَيْنَ وَبَيْنَ وَيَحْفَظُنَّ فُنُودَ جَهَنَّمَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ گھر کی چار دیواری سے باہر آکر ایک فقیر کو روٹی دے رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ تم خود گھر سے باہر کیوں آئی ہو کیونکہ فقیر مرد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نابینا مرد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ وہ تو نابینا ہے تم تو بینا ہو۔

جو شخص نامحرم کو دیکھنا حلال یا جائز سمجھے اس پر خوف کفر ہے۔

عزالت سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہاتھ ناشائستہ کاموں سے رک جاتا ہے پاؤں نامناسب مقامات پر جانے سے رک جاتے ہیں۔ کان کا فائدہ یہ ہے کہ نامعقول باتیں نہ سنے۔ اس سے انسان کا بدترین دشمن نفس قید یا بند ہوتا ہے۔ اسی عزالت کی برکات سے دل پر غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ عزالت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دل سے دنیا کے نقوش مٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور آخرت کے نقوش آئینہ دل پر چھلکنے لگتے ہیں۔ جب دل پوری طرح صاف ہو جاتا ہے۔ تو اس پر نور و حدائیت کے جلووں کے پر تو آتے ہیں۔ دل تجلی گا۔ خداوندی بن جاتا ہے۔ وہ برملا پکار اٹھتا ہے۔

زاں مے خور دم کہ روح نھا دوست      مستی شدہ ام کہ عقل پیمنا دوست  
دودے بمن آمد آتش در من زد      زاں شمع کہ آفتاب پروانہ دوست  
چہارم: روزہ۔ روزہ کا فائدہ فرشتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نفس امارہ پر قہر کرانا۔



خصوصیت سے الصَّوْمُ مُرْلِفٌ وَأَنَا أَجْزَى بِثَلَاثَةِ رُزُومٍ مِّمَّنْ يَرِي  
 ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا اس روزہ کا بے پناہ ثواب ملتا ہے اِنَّ سَا  
 يُؤْتِي الصَّائِمِينَ أَجْرَهُمْ بِخَيْرٍ حَسَابُ رُزُومٍ شَيْطَانِي عُلُوقِ كَيْ  
 مقابلہ میں ایک ڈھال ہے۔ الصَّوْمُ رُجُتٌ مِّنَ النَّارِ رُزُومٍ مِّنْ بَهْوَكَوْنِ كَيْ  
 دروہول کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور رحم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے دو  
 راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔ الصَّائِمُ كَفَرٌ حَتَّانٍ - فَرَحَةٌ عِنْدَ افْطَارِهِ  
 وَفَرَحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ رُزُومٍ مِّنْ دُورِ اَحْتِیٰی مِّنْ اَیْکِ افْطَارِ  
 کی راحت اور دوسری دیدارِ خداوندی کی راحت۔ روزے سے بدنی صحت میسر  
 آتی ہے۔ روزے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ایامِ مہترکہ خصوصیت کے  
 ساتھ ماہِ رجب ذوالقعدہ۔ اور محرم کے دنوں کے روزے توحیدِ میث میں صحیح  
 اسناد کے ساتھ ثواب کا سرمایہ ہیں۔ راوی نے تاکید کے ساتھ بتایا کہ میرے دونوں  
 کان بہرے ہو جائیں۔ اگر میں نے خود رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو رسولِ  
 پاک نے فرمایا جو شخص ماہِ حرام کے تین روزہ رکھے گا۔ رجب کا اوپر ذکر کیا ہے اجماعاً۔  
 جمعہ۔ ہفتہ کو اسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور اس کے نامہ اعمال میں  
 لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

پہنچم۔ ذکرِ الہی ہے۔ سب اذکار سے افضل تر ذکرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ ہے۔

بر تخت وجود ہر کہ شہنشاہ است	اور اسوائے عالم حقیقت راہ است
ہر نور یقین کہ در دل آگاہ است	دستش ز بد و نیک جہاں گواہ است
زین پیش فے بود ہزار اندیشہ	اکنوں ہمہ لا الہ الا اللہ است
اے خواجہ ترا کلمہ جمال و جاہ است	اندیشہ باغ و راغ و خرمن گاہ است

۱۔ مشکوٰۃ باب الصیام۔ ۲۔ پ ۳۔ ۴۔ کنوز الحقائق اور جامع صغیر میں الصوم رُجُتٌ مِّنْ  
 عَذَابِ اللہ کے الفاظ ہیں۔ ۵۔ مشکوٰۃ کتاب الصوم۔



ماسوختگان عالم تحسب یدیم مارا عظم لا الہ الا اللہ است  
 ذکر کے پرندے کو بال و پر کی ضرورت ہے پروں کو کھولے اور پھر پرواز  
 کرے کہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمَۃُ۔ ایک پر ضروری کا اور دوسرا اخلاص کا۔  
 یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ ضروری آگاہی کا نام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دانا و بنیا  
 ہے۔ وہ سنتا ہے۔ وہ بلند و پست کو سنتا ہے۔ اخلاص اس کیفیت کا نام ہے  
 کہ انسان اپنے کردار و گفتار سے نہ دنیا کا طلب گار رہے۔ نہ جاہ جلال کا۔ نہ اسے  
 دنیا سے تعلق ہو نہ عقبی سے نہ اسے بہشت کی تمنا ہو۔ نہ عور و قصور۔ انہار و اشجار  
 اور اثمار کی خواہش ہو۔ اللہ کے ذکر کے دوران کہے۔ کہ تو ہی میرا مقصود ہے۔ اور  
 تجھ سے میں تیری ذات کو چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ہے۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ اس کے منہ سے ایک سبز پرندہ برآمد ہوتا  
 ہے۔ اس کے بال و پر سفید جو یاقوت و زمرد سے منقش ہوتے ہیں۔ اس کی پرواز  
 عرش معلیٰ تک ہوتی ہے وہ شہد کی مکھی کی مدہم آواز لگاتا ہے۔ اسے حکم آتا ہے  
 کہ خاموش رہو۔ وہ کہتا ہے میں کس طرح خاموش رہ سکتا ہوں۔ جب تک ذکر الہی  
 کرنے والا بجٹا نہیں جاتا۔ میں کیسے خاموش رہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم چپ رہو  
 میں نے تمہارے کہنے والے کو بخش دیا ہے۔ اور اسے فرستو تم گواہ رہنا کہ میں نے  
 اس پرندے کے کہنے والے کے نامہ اعمال کی تفصیلات کو آپ غفران سے دھو دیا ہے  
 اللہ تعالیٰ ایسے جانور کو ستر زبانیں عنایت فرمائے گا تا کہ وہ قیامت تک ذکر کرنے  
 والے کی مغفرت کرتا رہے۔ آمنا بہ و صدقنا۔ وہ جانور آگے بڑھے گا اور اپنے کہنے  
 والے کا ہاتھ پکڑے گا اور اسے بہشت تک اڑائے جائے گا۔

یاد رہے۔ کہ ذکر الہی کی تلقین کسی مردِ کامل سے حاصل کرنی چاہیے جس  
 کو اجازت حاصل ہو۔ جیسے تیر بادشاہ کے ترکش سے لینا ضروری ہے۔ ورنہ تیر



خطا ہونے کا امکان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا  
اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔ (حدیث شریف میں ہے کہ  
انسان ایک دن میں ایک لاکھ بار سانس لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک سانس  
کے متعلق دریافت کرے گا کہ تو نے یہ سانس کس انداز سے لیا تھا۔

زہر نفس بقیامت شمار خواہد بود گنہ مکن کہ گناہگار خواہد بود  
بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد شد بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد بود  
: چنانچہ انسان کو چاہیے کہ زندگی کے وہ لمحات جو بے فائدہ گزر رہے ہیں ان کی قضا  
کرے۔ یہ وہ راز ہے کہ جب تک صاحب بیعت نہ ہو جائے اس وقت تک  
سمجھ میں نہیں آسکتا۔

سرے کہ باتو دارم در نامہ چوں نوشتم  
اسرار فاش گرد د از کلک سر بریدہ

ششم۔ خیالات کی نگاہداشت۔

یہ خیال چار قسم پر ہوتا ہے۔ خاطر رحمانی۔ خاطر ملکائی۔ خاطر شیطانی اور  
خاطر نفسانی

خاطر رحمانی غفلت سے تنبیہ کرتا ہے۔ خاطر ملکائی طاعت کی ترغیب دیتا  
ہے۔ خاطر شیطانی معصیت کی آرائش کرتا ہے۔ اور خاطر نفسانی شہوات کا مطالبہ  
کرتا ہے۔ سالک راہ کو چاہیے کہ اس کے دل میں بغیر از خدا جو بھی خیال آئے اس  
کی نفی کرتا رہے۔ اور وہ اپنے مقصد پر کار بند رہے تاکہ اس پر واضح ہو جائے  
کہ اسے قبول کرنا ہے یا دکرنا ہے۔ اگر وہ نیک و بد کی تمیز نہیں کر سکتا تو کہے !  
اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ تو جانتا ہے میرے



لیے جو چیز بہتر ہے وہی غایت فرما۔ یہ دعا بھی پڑھے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: اللَّهُمَّ ادْأَبْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَادْأَبْنَا  
 ابْتِغَاءً وَادْأَبْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَادْأَبْنَا اجْتِنَابًا وَلَا تَحِلِّمْ  
 إِلَيْنَا أَنْفُسَنَا وَلَا إِلَيْنَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ طُفَّةً عَيْنٍ وَلَا أَقْلًا  
 مِّنْ ذَالِكَ وَكُنْ لَنَا وَإِلَيْنَا وَحَافِظًا وَنَاصِرًا وَعَوْنًا وَمُعِينًا  
 عَلٰی كُلِّ خَيْرٍ دَلِيلًا وَمَلَقْنَا مُوسَى بِدَايَتِنَا إِنِّنَا وَمِنْ حَضَرَ نَا  
 وَمِنْ غَابَ عَنَّا وَكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ فِي الدَّارَيْنِ حَسَنَةً يَّأ  
 وَاسِعَ الْخُفْيَةِ وَيَا أَمَّا حَسَّ الرَّاحِمِينَ

ہفتم: حکم خداوندی پر راضی رہنا۔

توکل۔ تفویض بھی اسی کا نام ہے۔ اللہ کی رضا خفیہ۔ ظاہری شدت اور  
 آرام۔ خوف اور امید۔ غرضیکہ تمام حالات میں اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ  
 کی کریمی۔ رحیمی۔ غفوری۔ ستاری پر نظر رکھتے ہوئے امید سے قوت حاصل کرے۔  
 قہاری اور شدید العقابی پر نظر رکھتے ہوئے خوف سے قوت حاصل کرے۔ جب  
 توفیق الہی پر نظر ہوتی ہے۔ تو انسان کو امید کی کرن نظر آتی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو  
 توفیق دیتا اور اگر نہ چاہتا تو توفیق عطا نہ فرماتے۔

توفیق عزیز است بہر کس نہ ہند

ایں گوہر ناسفتہ بہر کس نہ ہند

جب انسان اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ تو دل میں اللہ کا خوف پیدا

ہوتا ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش

دور نہ سزاوار خداوندیش

عذر بدر گاہ خدا آورد

کس نتواند کہ بجاء آورد



دنیا میں اس کی بہتری اسی بات میں ہے کہ وہ ہر حالت میں خوف اور امید میں رہے۔ طاعت کے وقت اس کے ہاں فخر نہ کرے۔ اور معصیت کے وقت اس کے دروازے سے مایوس نہ ہو جائے۔

ایمن مباد خواجہ و نومید ہم شو

اسلام در مسیانہ خوف ورجا بود

ہشتم :- نیک لوگوں کی صحبت۔

نیکیوں کی صحبت اختیار کرنا، مقصدوں سے دور رہنا۔ اور خاص طور پر ضعیف الحال لوگوں کو حجاب میں رہنا چاہیے۔ تاکہ نامحرموں پر نظریں نہ پڑیں۔ اور کوشش ہوئی چاہیے کہ نامحرم کی نگاہ بھی اس پر نہ پڑے۔ یہی بات عزیزاں سے ہے۔  
 باہر کہ نشستی و نشد جمع دست وز تو نہ ہید زحمت آب گلت  
 از صحبت اداگر تبرا نکنی ہرگز نکند روح عزیزاں عجلت  
 ہم :- بیداری ضروری شرط ہے۔

بیداری میں بہت سے فائدے ہیں۔ سب سے اول تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ  
 اللہ لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (اللہ کے اخلاق کی پیروی کرو۔ اللہ  
 کو نیند اور اونگ نہیں آتی)

گفتم بچہ خدمت موصالت برسم  
 گفتم کہ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللہ

رات عاشقوں کا خلوت کدہ ہے۔ رات کی خاموشی میں ہی وہ اپنے  
 راز و نیاز بارگاہ بے نیاز میں پیش کرتے ہیں۔ ان لمحات میں انیہار کی تشویش  
 نہیں ہوتی۔

از صبح وجود بے خبر بود عدم آنگاہ کہ من و عشق تو بودیم ہم



در روز اگر کسے نیا بم محرم شب بہت سخت بہت مرا پیش عجم  
سا لکان طریقت کو جو دولت میسر آئی ہے۔ وہ رات کی تنہائی اور شب بیداری  
سے ہی میسر آئی ہے۔

دولت شب گیر خواہی خیر و شب را زندہ دار  
خفتہ نابیا بود دولت بہ بید ازاں رسد  
وہم بہ نگہداشت لقمہ

لقمہ کی نگہداشت اور لقمہ حلال و پاک کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔  
یہ تمام فرائض میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوا مِمَّا فِی الْأَرْضِ  
حَلَالًا طَیِّبًا (اس سر زمین میں جو کچھ کھاؤ وہ حلال اور طیب کھاؤ) حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں اس میں سے نو حصے  
حلال کی روزی ہے۔ تمام عبادتیں ایک حصہ ہیں۔ حلال کی روزی وہ ہوتی ہے،  
جس کے حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ طیب وہ ہوتی ہے کہ لقمہ  
کھاتے وقت یہ نیت ہو کہ یہ لقمہ محض عبادت خداوندی کی قوت حاصل کرنے  
کے لیے کھا رہا ہوں۔ جب روزی حلال و پاک ہو اسراف نہ کرے

گر چہ خدا گفت کُلُوا وَاشْرَبُوا  
از پے آں گفت لاشربُوا

کھاتے وقت ذکر خداوندی کے ساتھ کھائے۔ اگر غافلوں کی طرح کھا اور  
یا خداوندی سے محروم ہو گا تو اس کا لقمہ ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی ذبیحہ بغیر بسم اللہ  
کھایا جائے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اَللّٰهُ عَلَيْهِ رَوْحٌ فَزَكِّرْ  
نہ کھاؤ جس پر اللہ کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا، اس آیت کریمہ کا تقاضا ہے کہ  
ہر چیز کھانے سے پہلے اللہ کا نام لے لیا جائے۔ کھاتے وقت غافلوں سے ہم پیالہ



اور ہم نوالہ نہ رہے۔

منشیں بابتوں کہ صحبت بد گزچہ پاکی ترا پید کست  
آفتابے بابتوں بزرگی را ذرۂ ابرنا پید کست  
گوہر از ناقصان را ہ مطلب زانکہ این یاں کاٹے دارد  
یہ ضروری ہے کہ کھانا پکانے والا با وضو ہو۔ با طہارت ہو۔ اس کی زبان پر  
بھی ذکر خداوندی ہو۔ تاکہ غفلت اور سیاہی کا سبب نہ بنے۔

ایک دن حضرت خواجہ خضر صلوات اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ خواجگان  
خواجہ عبدالحق مجددانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کے پاس آئے۔ دسترخوان بچھایا گیا  
مگر خواجہ خضر علیہ السلام نے ایک لقمہ بھی نہ کھلایا۔ فرمانے لگے جس شخص نے روٹی  
کا آٹا گوندھا ہے۔ وہ بے وضو تھا۔ یہ لقمہ ہمارے حلق کے لائق نہیں سمجھتا  
اللہ جمیع مجینا عللاً طیباً آمین رب العالمین

تمت الرسالة الشریفة من خواجہ  
عزیزان علی رامینی قدس سرہ



بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

سات ہزار پانچ سو صحابہ کرام کا بے مثال تذکرہ

اسلام الغائبہ

فی

معرفۃ الصحابہ

علامہ امام ابی الحسن علی البخاری ابن اثیر رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد عبد الشکور فاروقی

مکتبہ نبویہ ۰ گنج بخش روڈ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم